جلد 2 شمارہ 3 مئی 2000ء صفر 1421ھ

ماہنامہ

عالمگیر محبت
احترام آدمیت
اور اصلاح و
فلاح انسانیت
کا علمبردار

# آدمیت

گوجرانوالہ

## سلسلہ عالیہ توحیدیہ

# اغراض و مقاصد

- کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول ﷺ، کثرت ذکر، مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالےٰ کے قرب و عرفان اور اسکی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا۔
- حضور ﷺ کے اصحابہ کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت ہی مختصر اور سہل العمل اوراد و اذکار کی تلقین۔
- غصہ و نفرت، حسد و بغض، تجسس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسوا اللہ، تسلیم و رضا، عالمگیر محبت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا، تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و اعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا، اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے انکے اخلاق کی اصلاح کرنا۔

عالمگیر محبت، اکرام انسانیت اور فلاح آدمیت کا علمبردار

## سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ماہنامہ

# آدمیت

فلاح

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار

نگران وسرپرست

**قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب**

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

جلد 2 شمارہ 3 مئی 2000ء صفر 1421ھ

ایڈیٹر عبدالقیوم ہاشمی شعبہ سرکولیشن وحید احمد





قیمت ———— 15/- روپے سالانہ فنڈ ———— 150/- روپے



شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی کاشانہ توحیدیہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ: Ph:0431-268422

ایڈیٹر سے رابطہ کے لئے: عبدالقیوم ہاشمی تھانہ روڈ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ: Ph:0431-260734



پبلشر عامر رشید انصاری نے المعراج پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا



Fax: No. +92-431-255519

E-mail: asbm@guj.pol.com.pk


## سلسلہ عالیہ توحیدیہ

# اس شمارے میں

# اداریہ

جب تک انسان کی تخلیق کا حقیقی معنوں میں مقصد معلوم نہ ہو اس وقت تک زندگی بے معنی اور بے سکونی کا شکار رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انسان کی تخلیق کا مقصد ایک مختصر مگر جامع آیت میں ان الفاظ میں بیان فرمایا۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (الذرایت)

"اور ہم نے جن وانس کو صرف اور صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا"

مفسر قرآن حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ یعبدون سے مراد یعرفون ہے یعنی مقصد تخلیق اللہ کی معرفت اور پہچان حاصل کرنا ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ معرفت میری اصل پونجی ہے۔ اللہ کی معرفت اور انسانی حقیقت کا سراغ روح کی بیداری سے ہی ممکن ہے۔ روح امر ربی ہے یعنی یہ حکم الٰہی ہے جسے ہم اللہ کا ارادہ اور محرک کا نام دے سکتے ہیں۔ حدیث قدسی ہے کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے "چاہا" کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ حدیث قدسی کے مطابق معرفت باری تعالیٰ کے لئے وسیلہ اور محرک یا چاہا جانا یعنی چاہت و محبت قرار پاتا ہے۔ اسی بات کو علامہ اقبالؒ اپنے اشعار میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

گرفتم ایں کہ جہاں خاک وما کف خاکیم
بہ ذرہ ذرہ ما درد جستجوز کجاست؟

(ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جہان خاک (مٹی / مادہ) ہے اور ہم (بھی) مٹی کی مٹھی ہیں یعنی ہمارا جسم ظاہری بھی مادی سالمات کا بنا ہوا ہے لیکن ہمارے جسم کے ذرہ ذرہ میں جو (کسی کی) تلاش و جستجو کا درد پنہاں ہے وہ کہاں سے ہے اس کا کوئی نہ کوئی محرک ضرور ہے)

پھر اس کا جواب آگے چل کر خود بیان کرتے ہیں۔

بضمیرت آرمیدم تو بجوش خود نمائی
بکنارہ بر فگندی در آب دار خودرا

(میں نے تیرے دل میں آرام کرنا چاہا مگر تو نے خود نمائی کے جوش میں یعنی خود کو ظاہر کرنے

کے جوش میں اپنے چمکتے ہوئے قیمتی موتی کو (دریائے دل سے نکال کر) کنارے پر پھینک دیا مراد کائنات کے موجود ہونے سے پہلے کچھ بھی نہ تھا صرف عدم تھا ہاں ایک اللہ کی ذات تھی۔ اللہ نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں اس نے ہمیں پیدا کر دیا)

حدیث بالا سے واضح ہوا کہ یہ محرک' خواہش یا ارادہ' اللہ کی محبت کی قسم سے ہے یعنی روح انسانی کی تخلیق میں اللہ کی محبت کا خمیر بھی شامل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ محبت کا جذبہ ہی اللہ کے قرب و عرفان کے لئے بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اسی لئے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ الحب اساس دینی (یعنی محبت میرے دین کی اساس و بنیاد ہے)

لہٰذا اللہ کی محبت کا جذبہ جس فرد و معاشرہ میں مفقود ہو گا وہ نہ صرف اللہ کے قرب و عرفان سے محروم رہے گا بلکہ ایسا فرد اور معاشرہ بد اخلاقی و بد کرداری' انتشار و مصائب' خود غرضی اور نفسا نفسی کا بھی زبردست شکار ہو گا۔ مسلم معاشرہ کی مجموعی اخلاقی حالت کی درستگی اور بقا اسی جذبہ یعنی "اللہ کی محبت" کے فروغ میں مضمر ہے۔ والذین امنوا اشد حبا للہ (القرآن) "اور مومن سب سے شدید تر محبت اللہ سے کرتے ہیں"

اگر غور کیا جائے تو ہماری اصلاحی جماعتیں جو دین اسلام کے فروغ و غلبہ کے لئے دن رات مصروف ہیں وہ بھی "محبت الٰہی" کے جذبہ سے پوری طرح سرشار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرہ کے افراد کا مجموعی اور انفرادی اخلاق اور کردار اس قدر بگڑ چکا ہے' اسی لئے مکارم اخلاق کا پیدا ہونا دشوار نظر آتا ہے۔ جب تک فرد و معاشرہ کی تشکیل محبت کی بنیاد پر قائم نہ ہو تو دیگر اخلاق حسنہ کس طرح پیدا ہو سکتے ہیں اور دین اسلام کو فروغ و غلبہ کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اس زبردست کمی کو محسوس فرماتے ہوئے سلسلہ توحیدیہ کی بنیاد محبت پر قائم فرمائی تاکہ مسلمان حقیقی معنوں میں دین اسلام پر عمل پیرا ہو سکیں۔ آپؒ نے فرمایا "محبت کے جذبہ میں بہت سے اعلیٰ جذبات و خصائل پوشیدہ ہیں۔ جب تمہارا دل محبت کے رنگ میں رنگ جاتا ہے وہ سب کے سب تمہارے کردار کا جزو بن جاتے ہیں۔ جو دل محبت کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہو گا اس سے یہ خصائل نمایاں طور پر ظہور میں آئیں گے۔

1۔ طاعت و فرماں برداری 2۔ سخاوت و ایثار اور قربانی 3۔ رحم و کرم 4۔ عفو و

درگزر اور چشم پوشی 5- نرمی اور خوش مزاجی 6- عاجزی و انکساری 7- حلم و برداشت 8- مددو خدمت- الغرض یہ اور کئی اور مکارم اخلاق ہیں جو سب کے سب محبت کی وجہ سے انسان کے کردار کا جزو لاینفک بن جاتے ہیں- دنیا میں جتنے بڑے بڑے بزرگ گزرے ہیں ان سب کے اخلاق میں یہی صفات تھیں جو نمایاں نظر آتی تھیں- تم اگر واقعی خدا کے محبوب بندے بننا اور دنیا میں عزت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کے سوائے چارہ نہیں کہ دل میں ایک عالمگیر محبت پیدا کرو اور اس کے ساتھ ساتھ اوپر بیان کئے ہوئے فضائل اخلاق کو بھی نشوونما دیتے رہو"

"محبت کے بارے میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہئے کہ سب سے زیادہ محبت در حقیقت صرف اللہ اور اللہ کے رسول سے کرنی چاہیے یا ان کے بعد اپنے شیخ سے لیکن مخلوق سے بھی اس واسطے ضروری ہے کہ وہ خدا کی بنائی ہوئی ہے اور اس کی سب سے پیاری نشانی ہے اور اس کی ان گنت صفات کا مظہر ہے" (بحوالہ طریقت توحیدیہ)

سورۃ احزاب میں جس امانت کا تذکرہ ہے کہ اسے زمین' آسمان اور پہاڑ اٹھانے سے عاجز آ گئے مگر انسان نے اسے اٹھالیا وہ در حقیقت اللہ کی محبت کی امانت تھی- لہٰذا اب اس دنیا میں انسان کا امتحان ہے کہ وہ اس محبت کو کس قدر پروان چڑھاتا ہے بقول حضرت علامہ اقبال"

مس خامے کہ دارم محبت کیمیا سازم
کہ فردا چوں رسم پیش توازمن ارمغان خواہی

"میں جو کچا تانبا رکھتا ہوں اسے محبت سے سونا بناتا ہوں کیونکہ کل قیامت کے روز تو مجھ سے تحفہ مانگے گا (اور کچا تانبا یعنی میرا عام دل اس قابل نہیں ہو گا کہ تیرے حضور پیش کروں- میں اسے محبت سے سونا بنا کر پیش کرنے کے لئے حاضر ہونگا مراد ہے دل محبت کے بغیر مٹی اور محبت سے سونا ہے) اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی اپنی محبت کی بدولت اپنا قرب و عرفان اور رضا و دیدار عطا فرمائے آمین یارب العالمین-

والسلام
(عبدالقیوم ہاشمی)

# درس قرآن

من قتل نفسا بغير نفس او فسادا فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا ٥

جس کسی نے کسی نفس کو بدلے کے بغیر قتل کیا یا زمین میں فساد برپا کیا گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس کسی نے کسی کی زندگی بچالی گویا تمام انسانوں کو زندہ کر دیا۔

## تفسیر و تشریح

حقوق انسانی کے سلسلہ میں جس آیت کو موضوع بنایا گیا ہے اس میں یہ بات سوچی گئی ہے کہ سب سے پہلے انسان کا انسان پر زندہ رہنے یا زندہ رکھنے کا حق بنتا ہے۔ کیونکہ زندگی کا احترام اور اس کی حفاظت کے بعد دوسرے حقوق مفید اور موثر ہو سکتے ہیں۔ اگر انسان کے دل میں دوسروں کی زندگی کی قدر و قیمت ہی پیدا نہ ہو پھر دوسرے کے حق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ اسے ادا کرے۔ اہل مغرب انسانی حقوق کی نسبت میگنا کارٹا سے لے کر دنیا کو یہ باور کراتے آرہے ہیں کہ یہ سہرا صرف ان کے سر ہے۔ حالانکہ یہ اسلام سے چھ سو برس بعد کی بات ہے۔ سترہویں صدی سے پہلے اہل مغرب میں انسانی حقوق کا کوئی تصور بھی نہ تھا۔ اٹھارہویں صدی کے آخر میں امریکہ و فرانس کے دستوروں میں انسانی حقوق کا ذکر ہے اور وہ بھی ان حقوق کا ذکر کاغذوں میں ملتا ہے۔ زمین پر چلتے پھرتے زندہ انسانوں میں اس کا نہ کوئی ثبوت ہے اور نہ وجود۔

## اسلام اور انسانی حقوق

موجودہ صدی میں اقوام متحدہ' جسے اقوام متفرقہ بلکہ مفسدہ کہنا زیادہ موزوں ہے نے انسانی حقوق کا اعلان کیا اور نسل کشی کی قرار داد منظور کی' لیکن یہ ضابطہ بھی اس کے دوسرے ضابطوں کی طرح واجب العمل نہ بنا۔ اس کے انسانی حقوق ہر جگہ پامال ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اسلام کے انسانی حقوق نہ کسی ملک نے دیئے ہیں نہ کسی ادارے نے دیئے ہیں بلکہ یہ حقوق خود خدا تعالیٰ نے

انسانوں کو دیئے ہیں۔ ان میں تبدیلی و تنسیخ یا واپس لینے کا کوئی امکان نہیں ہے اور نہ یہ حقوق نمائشی اور دکھاوے کے ہیں کہ اہل مغرب کی طرح دے کر لے لئے جاتے ہیں یا ان کے خلاف خود عمل کرتے رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے ان حقوق کو جب اہل اسلام یا اسلامی حکومت بحیثیت مسلمان مانے گی اور انہیں ہر قیمت و ہر حال میں تسلیم کرنا پڑے گا اور اگر ان میں ترمیم و تنسیخ کر کے اپنے قوانین بنائے گی اور انہیں نافذ کرے گی تو ایسی حکومت کے متعلق خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون - ھم الظالمون' ھم الفاسقون اس کا مطلب یہی ہے کہ جو حکومتیں اسلام کی دعویدار ہو کر اپنے قوانین بنائیں اور اپنے قوانین کو برحق سمجھ کر خدا کے قوانین کو رد کر دیں تو وہ کافر ہیں۔ ظالم ہیں اور فاسق ہیں اسلام سے تعلق نہ ہو گا۔ خدا کے قوانین اور حقوق دائمی اور اٹل ہیں۔ ان کے خلاف اپنے قوانین نافذ کرنے والی حکومت خدا کی اطاعت سے نکلی ہوئی اور حق کے خلاف عمل پیرا سمجھی جائے گی۔

## خالص انسانی حقوق

جیسا کہ عنوان میں دی ہوئی آیت کے الفاظ اور ترجمہ سے ظاہر ہے' اسلام انسان کے حقوق انسانوں پر لاگو کرتا ہے۔ اس میں اپنی قوم' اپنے ملک اور اپنے مذہب کا کوئی ذکر نہیں۔ یہ انسان کہیں بھی بستا ہو' کسی قوم' ملک اور مذہب سے تعلق رکھتا ہو' شہری ہو یا دیہاتی' جنگلوں میں رہتا ہو' یا صحراؤں کا باشندہ ہو' کسی کی کوئی تمیز نہیں' سب بحیثیت انسان کے اس حق میں شریک ہیں اور وہ حق زندہ رہنے اور زندہ رہنے دینے کا حق ہے۔

## 1۔ زندگی کا حق

اگر کوئی انسان دوسرے انسان کو بغیر انسانی جان کے بدلے کے مارے گا' قتل کرے گا تو وہ گویا زمین میں فساد برپا کرنے کا مجرم ہو گا اور یہ کہ اس طرح وہ تمام انسانوں کا قاتل ہو گا۔ انسانی جان کے بدلے کا جواز بھی اسی وقت پیدا ہو گا کہ کوئی عدالت اس کا فیصلہ کرے گی کہ اس کا قتل جائز ہے اور مبنی بر انصاف ہے ورنہ انفرادی طور پر یا جوابی طور پر یہ حق بھی کسی فرد کو حاصل نہیں کہ اس کا مارنا

حق ہے۔ لا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق کسی نفس کو قتل نہ کرو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے سوائے اس کے کہ اس کا مارا جانا حق پر ہو۔ گویا حق کے ساتھ قتل کو مستثنیٰ کر دیا ہے' مگر حق کا فیصلہ عدالت کرے۔ ذاتی طور پر کسی کو بھی حق اور ناحق کے فیصلے کا اختیار نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے قتل انسانی کو شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔

ان دونوں قرآنی آیات میں نفس کا استعمال ہوا ہے جو تمام نفوس کے لئے ہے۔ اپنی قوم' ملک' رنگ و نسل اور مذہب کے امتیاز اور فرق کے بغیر تمام انسانوں کا ایک دوسرے پر قتل نہ کرنے کا یہ حق صرف اسلام کی خصوصیت ہے اور اس رب کائنات کی' جس نے تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے اور اسی نے اپنے سچے دین اسلام میں اپنے ماننے والوں کو بالخصوص اور تمام انسانوں کو بالعموم یہ حق دیا ہے۔ خیال رہے کہ اسلام میں کسی دوسرے نفس کو مارنا بغیر حق کے' تو بڑی بات ہے خود انسان کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ خودکشی کرے اور اپنے نفس کو عذاب دے۔ برخلاف اس کے اسلام کے منکر اہل مغرب کے دستوروں میں کسی جان کو نہ مارنے کا حق صرف اپنے شہریوں اور سفید نسل کو حاصل ہے۔ انہوں نے آسٹریلیا کے باشندوں کا قتل عام کر کے اپنی نسل کے لئے زمین خالی کی۔ امریکہ میں پرانے باشندوں کی نسل کشی کر کے یا دوسرے علاقوں میں قید کر کے ان کے گھروں میں گھس کر جانوروں کی طرح انہیں ہلاک کیا گیا۔ اہل مغرب میں انسانی جانوں کا احترام موجود ہی نہیں۔ اگر ہے بھی تو صرف اپنی قوم اور رنگ والوں کے ساتھ ہے لیکن اسلام نے یہ حق تمام انسانوں کو دیا ہے۔

## 2۔ جان کی حفاظت کا حق

اگرچہ جان کی حفاظت کا حق اوپر بیان ہونے والی آیت کے اس حصہ کی تشریح اور تفصیل میں آ چکا ہے تاہم اس آیت کے دوسرے حصے میں ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا جس نے کسی نفس کو بچا لیا تو اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخش دی کے ذیل میں موت سے بچانے کا یہ مطلب ہی نہیں کہ کسی کے قتل سے باز آ گیا بلکہ اس کی مختلف صورتیں پیش آ سکتی ہیں۔ بیمار ہے تو

اس کی بیماری میں امداد کرے' یا زخمی پڑا ہوا ہے تو قطع اس بات کے کہ وہ کون ہے' خواہ دشمن ہی کیوں نہ ہو' اس کی بروقت امداد کر کے اس کی جان بچائی جا سکتی ہے۔ اس کی بیماری اور زخموں کا علاج کیا اور کرایا جائے۔ بھوک سے مر رہا ہے تو کھانا کھلا کر اسے بچایا جا سکتا ہے۔ ڈوب رہا ہو تو فرض یہ ہے کہ اسے حتی الامکان خود کو خطرے میں ڈال کر بچایا جا سکتا ہے۔ جلتے ہوئے مکان میں گھرا ہوا ہے تو اس کے بچاؤ کی امکانی تدبیر اور جل مرنے کا تدارک کیا جا سکتا ہے یا اور بے شمار صورتیں ہیں جن کی وجہ سے کسی کی جان کو خطرہ ہے تو اس کی جان بچانا مسلمان کا فرض ہے۔ یہ نہ دیکھا جائے کہ کس مذہب اور قوم یا رنگ کا ہے۔

یہودیوں کی کتاب تلمود میں یہ حق صرف اسرائیل کو دیا گیا ہے "جس نے اسرائیل کی جان کو ہلاک کیا' الکتاب کی نگاہ میں ساری دنیا کو ہلاک کیا' جس نے اسرائیل کی جان کو محفوظ کیا' اس نے ساری دنیا کی حفاظت کی" عجیب بات ہے کہ صرف اسرائیل کو ہلاک کرنے اور اسرائیل کی جان کو محفوظ کرنے کے ساتھ "ساری دنیا" کے الفاظ کا تکلف کیوں برتا گیا۔ وہاں بھی اسرائیلی قوم کا ذکر کیا جاتا تو کیا مضائقہ تھا۔ اسی کتاب میں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ جس نے غیر اسرائیلی کو ڈوبنے سے بچالیا اس نے گناہ لیا۔ قرآن کریم اپنے ماننے والوں کو ہر انسان کی جان بچانے کا حکم دیتا ہے' لیکن یہودیوں کا مذہب اور ان کی مذہبی کتاب صرف اسرائیلیوں کو بچانے کا حکم دیتی ہے۔ قرآن کریم میں یہودیوں کی اس ذہنیت کا ذکر یوں کیا گیا ہے۔ لیس علینا فی الامیین سبیل ہم اسرائیلیوں پر غیر یہودیوں کا مال کھانے پر کوئی گرفت نہیں۔

## 3۔ عورتوں کی عصمت کی حفاظت کا حق

اسلام کے انسانی حقوق میں عورتوں کی عصمت کا احترام اہم چیز ہے خواہ وہ عورت کسی بھی قوم' ملک اور مذہب کی ہو۔ اپنے شہر کی ہو یا غیر کے شہر کی کسی حالت میں بھی اس پر ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا۔ اسی لئے زنا کو قطعاً" حرام قرار دیا گیا ہے اور فرمایا لا تقربوا الزنی زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو۔ اس فعل کی سزا مقرر ہوئی' جس سے کوئی بھی مسلمان بچ نہیں سکتا اور زنا کا فعل نکاح کے بغیر کسی

بھی ملکی یا غیر ملکی' قومی یا غیر قومی' مذہب سے متعلق ہو یا غیر مذہب سے ہو عورت کے ساتھ مباشرت پر بولا جاتا ہے۔ عورت کی عصمت کا یہ احترام اسلام کے علاوہ کہیں نہیں پایا جاتا۔ اہل مغرب کی تہذیب اور ممالک میں مرد و زن کا روزانہ اختلاط بالکل جانوروں' سوروں اور کتوں کی طرح عام ہے۔ عام شہریوں سے ہٹ کر مغربی ممالک کی فوجوں کی جنسی ضرورت کے لئے خود اپنی قوم کی لڑکیاں مہیا کی جاتی ہیں۔ غیر قوم کے ساتھ جنگ کی صورت اور ان کے شہروں پر قبضے میں اس ملک اور قوم کی عورتوں کا جو حشر ہوتا ہے کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ "انفرادی غلطیوں سے قطع نظر" اس قسم کی فوجیوں خرمستیوں سے خالی ہے اور نہ مسلمان فوجیوں کے لئے "فاحشات" کی بہم رسانی ہوئی ہے۔ یہ تحفظ' عزت اور احترام دنیا کی عورتوں کو صرف اسلام نے دیا ہے۔ اہل مغرب تو خلائی سفر کے چند روزہ دنوں کے لئے بھی مردوں کے ساتھ ایک آدھ لڑکی کا بھیجنا ضروری جانتے ہیں۔

## 4۔ انسانی آزادی کا حق

اسلام میں کسی کو پکڑ کر غلام بنانا' اس کی آزادی چھیننا یا خرید کر بیچنا حرام ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ تین قسم کے لوگوں کے خلاف مقدمات میں قیامت کے دن میں خود مدعی ہوں گا۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو کسی آزاد انسان کو پکڑ کر بیچے اور اس کی قیمت کھائے رجل باع حرا فاکل ثمنہ جس نے آزاد کو بیچا اور قیمت کھائی۔ کے الفاظ بھی عام انسانوں کے لئے ہیں ان میں کسی قوم' نسل' رنگ اور وطن کی تخصیص نہیں ہے۔ اہل مغرب اس دعوئ پر بڑا ناز کرتے ہیں کہ غلامی کے انسداد کا کارنامہ صرف انہوں نے انجام دیا ہے۔ انہیں یہ توفیق پچھلی صدی کے وسط میں ہوئی۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ افریقہ سے پکڑ پکڑ کر انسانوں کو اپنی آبادیوں میں لے جاتے رہے اور ان سے جانوروں سے بدتر سلوک کرتے رہے' جس کے ذکر سے خود انہی کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

امریکہ اور مغربی ہندوستان کے جزیروں پر ان کا قبضہ ہوا تو ساڑھے تین سو سال تک یہ لوگ غلامی کی ظالمانہ تجارت کرتے رہے۔ افریقہ کے جس ساحل پر ملک کے اندرونی حصوں سے سیاہ فام

لوگ پکڑ پکڑ کر لائے جاتے تھے۔ اس ساحل کا نام ہی ساحل غلاماں SLAVE COAST پڑ گیا تھا۔ 1680ء سے 1772ء تک ایک صدی میں برطانوی مقبوضات کے جو آدمی پکڑ کر لے جائے گئے ان کی تعداد خود برطانوی مصنفین نے دو کروڑ بتائی ہے۔ 1790ء کے سال میں جو افریقی غلام بیچے گئے ان کی تعداد 75 ہزار ہے۔ جن جہازوں میں انہیں لے جایا جاتا تھا ان کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا' نہ ڈھنگ کی غذا دی جاتی' نہ بیماری و زخمی حالت میں علاج ہوتا۔ ان مغربی مصنفین کے اپنے قول کے مطابق بیس فیصد افریقی بیچے راستے میں مر جاتے تھے۔ مجموعی طور پر ایسے جبری غلاموں کی تعداد دس کروڑ بتائی گئی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ یہی اہل مغرب اسلام اور مسلمانوں پر غلامی کا الزام لگاتے ہیں یعنی چھاننی کوزے کو دو سوراخوں کا طعنہ دیتی ہے یا کوئی نک کٹا چھوٹی ناک والے کا مذاق اڑائے۔

## 1۔ اسلام میں غلامی کی حیثیت

اس میں کچھ شک نہیں اسلام سے پہلے عربوں میں غلام رکھنے اور ان کی خرید و فروخت کا رواج تھا' لیکن اسلامی حکومت کے قیام کے بعد غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب اور تحریص دی گئی۔ کہیں گناہوں کے کفارہ کے طور پر غلام آزاد کرنے کا حکم دیا' کہیں ان کی آزادی کا بہت زیادہ ثواب اور اجر بتایا گیا۔ اس حد تک فرمایا کہ غلام آزاد کرنے والے کا ہر عضو غلام کے اعضاء کے بدلے میں جہنم کی آگ سے محفوظ ہو گا۔ اسلام کی اس تعلیم و ترغیب کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت راشدہ کے دور تک تمام پرانے غلام آزاد ہو گئے۔ یہ کاغذی دستور اور اعلانات نہ تھے بلکہ عملی دنیا میں نافذ اور جاری تھے۔ حضور ﷺ نے 63' حضرت عائشہ ؓ نے 67' حضرت عباس ؓ نے 70' حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ نے ایک ہزار اور حضرت عبدالرحمان بن عوف ؓ نے تیس ہزار غلام آزاد کئے۔ اسی طرح دوسرے صحابہ کرام ؓ کے متعلق بھی تفصیل موجود ہے۔ اس طرح تیس سال میں غلامی کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اس کے بعد جو غلامی کی شکل موجود رہی وہ جنگی قیدیوں کی تھی۔ جنگی قیدی بھی وہ غلام ہوتے جو قیدیوں کے باہمی تبادلے یا فدیہ دے کر آزاد ہونے والوں میں سے بچ جاتے تھے'

انہیں اسلامی حکومت گرفتار کرنے والے فوجیوں میں تقسیم کردیتی تھی جو ان کے مالک ہوتے۔ یہ طریقہ اہل مغرب کے جنگی قیدیوں سے زیادہ بہتر تھا جو قیدیوں کو باڑوں میں بند کردیا جاتا اور جن سے جبری مشقت لی جاتی تھی ایسی جنگی قیدی عورتوں کو قحبہ گری کے لئے مختص کردیا جاتا تھا۔ اسلام نے اس کے برعکس ایسے جنگی قیدیوں کو معاشرے میں تقسیم کرکے افراد سے افراد کا سابقہ پیدا کردیا اور مالکوں کو حکم دے دیا کہ ان سے بہتر اور نیک سلوک کیا جائے۔ اسی بہتر اور نیک سلوک کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر مسلم قوموں کے ان جنگی قیدیوں میں سے اکثر مسلمان ہوئے اور ان کی اولادوں میں سے ائمہ' فقہا' مجتہدین اور نامور محدث پیدا ہے بلکہ سلطنتوں کے مدبر' فوجوں کے سپہ سالار اور آگے چل کر وہ مسلمانوں کے حکمران بھی بنے۔ مغربی قوموں نے جنگ عظیم دوم میں خود روس نے جرمنی اور جاپان کے جنگی قیدیوں کا وہ حشر کیا کہ آج تک پتہ نہیں کہ ان کا کیا ہوا۔ ان سے جو خدمات لی گئیں وہ غلاموں سے بھی بدتر تھیں۔ سائبیریا اور دوسرے غیر ترقی یافتہ علاقوں کی ترقی ان جنگی قیدیوں کی شدید جبری خدمات کی مرہون منت ہے۔

## 5۔ انصاف کا حق

اسلام نے قطع نظر اس کے کہ کوئی انسان کس قوم' ملک اور مذہب کا ہے اسے پورا پورا انصاف دیا ہے۔ ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی خبردار کسی قوم کی دشمنی تمہیں اتنا مشتعل نہ کردے کہ تم انصاف نہ کرو' انصاف کرو یہی تقویٰ کے قریب ہے۔ معلوم ہوا کہ عام انسانوں سے ہی نہیں بلکہ دشمنوں تک سے بھی انصاف کرنا انصاف اور تقویٰ کی علامت ٹھہرایا۔ اسلامی تاریخ میں سینکڑوں واقعات ایسے ہیں کہ خلفائے راشدینؓ اور دوسری حکومتوں کے سربراہوں نے کسی سے اپنا حق بھی اپنے اختیارات سے کام لے کر حاصل نہیں کیا بلکہ عدالتوں سے رجوع کرکے حاصل کیا یا ان کے خلاف کسی نے دعویٰ کیا تو انہوں نے عدالتوں میں حاضری دی اور عدالتی فیصلہ کو تسلیم کیا ہے۔ حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ نے یہودی کے خلاف زرہ کی چوری کا مقدمہ دائر فرمایا جو یہودی کے حق میں ہوا۔ حضرت عمر فاروقؓ

کے خلاف حضرت ابی بن کعب ؓ کا مقدمہ وغیرہ۔ اسلام جس انصاف کی دعوت دیتا ہے وہ ملک کے باشندوں' اپنی قوم کے لوگوں اور اہل اسلام کے ساتھ ہی نہیں بلکہ تمام انسان کے لئے ہے۔

### 6۔ برسرپیکار دشمنوں کا حق

جنگی تہذیب اور قانون اہل مغرب میں سرے سے موجود نہ تھا اور نہ اب ہے۔ اہل مغرب جنگ کے دوران ہر طرح کا ظلم روا رکھتے ہیں۔ برسرپیکار اور برسرجنگ قوم کے حقوق نہ مانے جاتے ہیں نہ انسانی ہمدردی اور انسانی اخلاق کا اظہار ہوتا ہے' اگر دو برسرپیکار قوموں میں کوئی قواعد و ضوابط بنتے بھی ہیں تو وہ ان کے درمیان معاہدہ کی صورت ہوتی ہے دوسری قوموں کے لئے واجب العمل نہیں ہوتے' بلکہ ہر جنگ میں ان بین الاقوامی ضوابط کے پرزے اڑائے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس اسلام کی جنگی تہذیب اور قانون خدا اور رسول ﷺ کے دیئے ہوئے ہوتے ہیں۔ جنہیں ماننا اور عمل کرنا مسلمان فوجوں' جرنیلوں اور حکمرانوں کا دینی فریضہ بھی ہوتا ہے۔ جن کی مندرجہ ذیل تھوڑی سی تفصیل سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

### 1۔ غیرمقاتلین کے حقوق

اسلام نے سب سے پہلے یہ فرق قائم کیا کہ دشمن ملک اور قوم کے مقاتل اور غیرمقاتل سے کیا سلوک کیا جائے یعنی مقاتل' جنگ میں حصہ لینے والے فوجی یا شہری اور غیرمقاتل جنگ میں نہ لڑسکنے والے شہری' جن میں عورتیں' بچے' بوڑھے' بیمار' اندھے اور اپاہج شامل ہیں' ان سے کیا سلوک کیا جائے۔ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے لا تقتلوا شیخا فانیا ولا طفلا صغیرا ولا امراۃ کسی بوڑھے' بچے اور عورت کو قتل نہ کرو۔ پھر فرمایا لا تقتلوا اصحاب الصوامع خانقاہ نشین راہبوں کو قتل نہ کرو یعنی عبادت گاہوں میں مقیم یا بیٹھے ہوئے لوگوں کو نہ مارو۔ جنگ کے ایک موقعہ پر حضور ﷺ نے ایک عورت کی لاش دیکھی تو فرمایا۔ "یہ تو نہیں لڑ رہی تھی؟" اس سے فقہا اسلام نے یہ اصول وضع فرمایا۔ جو لوگ غیرمقاتل ہوں انہیں قتل نہ کیا جائے۔ کیا آج جنگی ہتھیاروں کے باعث ایسا ممکن ہے۔ فوجی ٹھکانوں اور چھاؤنیوں کی بجائے شہری آبادیوں پر بم نہیں پھینکے جاتے۔

عراق میں لاکھوں ٹن بارود نے کتنی شہری آبادی اور انسانی جانوں کا نقصان کیا۔ کشمیر میں عورتوں کے ساتھ کتنا انسانیت سوز سلوک ہو رہا ہے اور ہیروشیما اور ناگاساکی کے ایٹم بم آج بھی مغربی تہذیب اور اقوام اپنے دامن کے اس داغ سے شرمندہ ہوں گے۔

## 2۔ مقاتلین کے حقوق

یہی نہیں بلکہ جنگ میں لڑنے والوں کو بھی اسلام نے حقوق دیئے ہیں۔ انہیں آگ کا عذاب نہ دیا جائے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ آگ کا عذاب آگ کے رب کے سوا کسی کو مناسب نہیں۔ یعنی دشمن کی بستیوں کو نہ جلایا جائے۔ انہیں آگ میں نہ جھونکا جائے۔ زخمی ہونے والے پر حملہ نہ کیا جائے۔ لا تجهزن على جريح زخمی پر حملہ نہ کرو۔ جو لڑنے کے قابل نہ رہا اور نہ عملاً لڑ رہا ہے۔ لا يقتلن اسير قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔ نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن قتل الصبير۔ نبی ﷺ نے باندھ کر قتل کرنے یا بندھے ہوئے قیدی کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ جنہوں نے یہ روایت نقل کی ہے، فرماتے ہیں۔ جس خدا کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں کسی مرغ کو بھی باندھ کر ذبح نہ کروں گا۔

## 3۔ غارتگری اور لوٹ مار

اسلام نے بر سرپیکار قوم اور ملک کو یہ حق بھی دیا ہے کہ اگر ان کے شہروں میں داخل ہوں تو لوٹ مار نہ پھیلائی جائے، بستیوں کو ویران نہ کیا جائے، کسی شخص کے مال پر ہاتھ نہ ڈالا جائے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ لوٹ مار کا مال مردار سے زیادہ حلال نہیں یعنی مردار کی طرح حرام ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ فوجوں کو روانہ فرماتے وقت ہدایات دیتے۔ بستیوں کو ویران نہ کرو، کھیتوں اور باغوں کو برباد نہ کرو، مویشیوں کو ہلاک نہ کیا جائے۔ مال غنیمت کا معاملہ الگ ہے۔ یہ وہ مال ہوتا تھا جو دشمن فوجوں کے لشکروں، فوجی کیمپوں اور چھاؤنیوں سے ملتا تھا۔ یہ شہری آبادی کا مال نہ ہوتا تھا۔

### 4۔ مفتوح شہریوں کا مال مفت نہ لینا

جو آبادی اسلامی فوج کے قبضہ میں آجاتی یا سر راہ آبادی کے قریب کیمپ لگتا تو اسلامی فوج کو حکم تھا کہ کوئی چیز زبردستی نہ چھینی جائے' اگر ضرورت پڑے تو معاوضہ ادا کیا جائے۔ اپنے قیام کے دوران شہریوں کی چیزوں کا استعمال نہ کرو حتی کہ مالکوں کو اس کی قیمت ادا کی جائے بلکہ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ یہاں تک فرماتے کہ شہریوں کے دودھ دینے والے جانوروں کا دودھ بھی تم نہیں حاصل کر سکتے جب تک کہ مالک اجازت نہ دے۔

### 5۔ لاشوں کے احترام کا حق

نهى النبى صلى الله عليه واله وسلم عن المثلة نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کی لاشوں کی بے حرمتی اور تذلیل سے منع فرمایا۔ مثلہ یعنی لاشوں کے اعضاء کی قطع برید سے روکا ہے۔ حالانکہ یہ حکم ایک انتہائی جذباتی اور انتقامی جوش و جذبہ کے موقعہ پر دیا گیا ہے جب جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کی لاشوں کا مثلہ کیا گیا۔ انکے ناک کان کاٹ کر ہار بنائے گئے۔ پیٹ چاک کر کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبانے کی کوشش کی گئی۔ ایسے جذباتی' انتقامی اور اشتعال انگیز موقعہ پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ تم دشمن کی لاشوں سے یہ سلوک نہ کرو۔ دین اسلام کی سچائی اور خدا کے فرستادہ دین ہونے کی بڑی دلیل ہے جس میں انسانی جذبات و اشتعال کا کوئی دخل نہیں' اگر انسانی جذبات کو دیکھا جاتا تو ایسے موقعوں پر بستیوں کی بستیاں تباہ کر دی جاتیں۔

### 6۔ دشمن کی لاشیں ان کے حوالے کرنا

جنگ احزاب میں دشمن کی فوج کا مشہور شہسوار خندق میں گر کر ہلاک ہو گیا تو کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دس ہزار دینار پیش کئے کہ اس کی لاش لے جانے کی اجازت دی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مردے فروش نہیں ہوں۔ آپ لاش بے شک لے جائیں۔

## 7- بد عہدی کی ممانعت

حضور ﷺ اسلامی فوجوں کی روانگی کے وقت سخت تاکید فرماتے لا تعذروبد عہدی نہ کرنا' اسلام میں ویسے بھی وعدہ خلافی کی سخت ممانعت ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں اس کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔ دشمن اگر جنگ کے دوران ایسا کرتا ہے تو کرے لیکن مسلمان ایسا نہیں کر سکتا۔ صلح حدیبیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ صلح نامے کی شرائط کے مطابق اسی وقت مسلمان نوجوان حضرت ابوجندلؓ' جن کا والد ابھی صلح کی تحریر کے بعد بیٹھا ہوا تھا' بیڑیوں میں جکڑے ہوئے کفار مکہ کے نرغے سے بھاگ کر آگئے اور مسلمانوں سے اپنے بچاؤ کی فریاد کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم صلح نامے کی اس شرط کے مطابق تمہیں کفار کو واپس کرنے پر مجبور اور پابند ہیں۔ خدا تمہارے لئے کوئی راستہ نکالے گا۔ ان کی حالت زار اور اس وقت کی بے بسی دیکھ کر سب صحابہ کرامؓ رو پڑے۔ لیکن حضور ﷺ نے اپنے عہد کی خلاف ورزی نہیں فرمائی۔ تو صحابہ کرامؓ کی بڑی تعداد کے باوجود کوئی ہاتھ بھی ان کی مدد کو نہ اٹھ سکا اور نہ قدم آگے بڑھا۔ چنانچہ کفار مکہ سب مسلمانوں کے سامنے انہیں گھسیٹتے ہوئے لے گئے۔ تاریخ اسلام میں اس قسم کے وعدوں کی پابندی کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

## 8- اظہار رائے کی آزادی کا حق

اظہار رائے کی آزادی کا حق اس شرط کے ساتھ ہے کہ تعمیری ہو بھلائی اور اخلاص کے ساتھ ہو۔ تخریب اور برائی کے لئے نہ ہو۔ تنقید کے نام سے دشنام طرازی اور الزام تراشی نہ ہو۔ برائی کی اشاعت کے لئے نہ ہو۔ بھلائی کی اشاعت صرف حق ہی نہیں فرض ہے اور برائی سے منع کرنا بھی فرض ہے۔ برائی کوئی فرد کرے یا گروہ' ملکی ہو یا غیر ملکی یا دوسری قوم کر رہی ہو "تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر کا قرآنی اور خدائی اجازت نامہ ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کوئی شخص برائی کو دیکھے تو ہاتھ سے روکے۔ ایسا نہ کر سکے تو زبان سے روکے' یہ بھی نہ کر سکے تو دل میں برائی کو برا جانے۔ حکومت اگر اس اظہار کے راستے کو روکے اور کسی کو یہ حق ادا نہ کرنے دے

تو گویا وہ حکومت خدا اور رسول ﷺ سے مقابلہ کر رہی ہے۔

## 9۔ اعتقاد کی آزادی کا حق

اسلام اپنی مملکت میں لوگوں کو اعتقاد کی آزادی کا حق دیتا ہے۔ قرآن پاک میں واضح ارشاد ہے لا اکراہ فی الدین دین میں کوئی زور اور زبردستی نہیں۔ اگرچہ دین حق بجائے خود حق ہے اور مسلمانوں کے لئے اس کی دعوت فرض ہے مگر یہ حق دوسروں پر زبردستی مسلط نہیں کیا جا سکتا۔ جو شخص دلائل اور دین کی سچائی سے متاثر ہو کر مان لے تو اسے سینہ سے لگانا چاہئے' اگر نہ مانے تو اسے اپنے اعتقاد کے مطابق عمل کی آزادی کا حق دیا گیا ہے۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔ الخ۔ دین میں زبردستی نہیں۔ جب دین سرکشی سے جدا ہو گیا تو جس کی مرضی ہے دین اپنائے۔

## 10۔ مذہبی دل آزاری سے تحفظ کا حق

غیر مذہب والوں کو یہ حق بھی دیا گیا ہے کہ ان کے اعتقاد کے مطابق ان کی دل آزاری نہ کی جائے۔ قرآن کا ارشاد ہے ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ جن معبودوں کو یہ مشرک خدا کے سوا پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو۔ معاملہ بتوں تک ہی نہیں۔ بلکہ اس قوم کے بزرگوں' پیشواؤں کے لئے بھی یہی حکم ہے انہیں گالیاں دے کر' انہیں برا بھلا کہہ کر ان کا دل نہ دکھایا جائے۔ مذہبی بحث مباحثہ ضرور مگر تہذیب اور شائستگی کے ساتھ ہو ولا تجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو البتہ مباحثہ احسن انداز سے کرو۔

## 11۔ حاجتمندوں اور محروموں کا حق

حاجت مندوں کی دستگیری اور امداد کا حق دیا گیا ہے وفی اموالھم حق للسائل والمحروم مسلمانوں کے مال میں ہر محروم اور سائل کا حق ہے۔ صرف اس بات کا حق نہیں کہ وہ مدد مانگیں تو انہیں مدد دی جائے بلکہ وہ مانگیں یا نہ مانگیں اگر کسی مسلمان کے علم میں یہ بات آ جائے کہ فلاں

شخص ضروریات میں محروم اور حاجتمند ہے تو اس تک خود پہنچ کر مدد کرنا مسلمان کا فرض اور حاجت مند کا حق ہے۔ زکوۃ کی فرضیت' صدقات کی ترغیب کے علاوہ حکومت کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ کسی کا کوئی دستگیر نہ ہو اس کی دستگیری کرے۔ السطان ولی لمن لا ولی لہ حکمران اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔

## حرف آخر

انسانی حقوق کا یہ مختصر نقشہ جو اسلام نے انسان کو دیا ہے' اس میں دیکھا جا سکتا ہے کہ یہ حقوق خدا اور اس کے رسول ﷺ نے مقرر فرمائے ہیں جو اپنے ماننے والوں پر فرض کئے گے۔ یہ کسی سوسائٹی' معاشرے' ادارے یا مجلس قانون ساز کے وضع کردہ نہیں ہیں کہ اس ہاتھ دینے اور ہاتھ لینے کا خطرہ موجود ہو اور ان حقوق کی قوت نافذہ اسلام کا اپنا عقیدہ اور ایمان ہے جو عام مسلمانوں یا حکمرانوں کو ان کی ادائیگی پر مجبور کرتا ہے۔ اس کے برعکس یہ بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ ترقی پسندی اور روشن خیالی کے مدعی ان سے زیادہ منصفانہ قوانین نہیں بنا سکتے اور نہ اس سے بہتر حقوق پوری انسانیت کے لئے مقرر کر سکتے ہیں۔ اس کے باوجود اس بات پر افسوس آتا ہے کہ جن کے پاس اتنے بلند پایہ اور منصفانہ قوانین موجود ہیں اور ہر دور میں پوری انسانیت کی فلاح و بہبود اور راہنمائی کے مدعی بن سکتے ہوں' وہ اپنی راہنمائی اور ہدایت کے لئے ان قوموں اور ملکوں کی طرف ہدایت و رہنمائی کیلئے دیکھ رہے ہوں' جن کے تصور میں بھی حق و انصاف کی اتنی بلندیاں نہیں آئیں اور نہ کبھی آسکتی ہیں۔ اس بات پر افسوس آتا ہے کہ اسلام پر ایمان رکھنے والے مسلمان حکمران آج دنیا بھر میں اپنے خدا اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرتے ہوئے غیروں کے خود ساختہ قوانین پر اپنی حکومتوں کی بنیادیں استوار کر رہے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

(بشکریہ! ماہنامہ خطیب)

# درس حدیث

(رانا محمد اعجاز)

عن ابی هریرہ قال ابو القاسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم والذی نفسی بیدہ لو تعلمون ما اعلم بکیتم کثیرا ولصحکتم قلیلا (بخاری شریف)

ترجمہ! حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے سیدنا ابو القاسم ﷺ نے فرمایا۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر (اللہ کے قہر و جلال اور قیامت و آخرت کے لرزہ خیز ہولناک احوال کے متعلق) تمہیں وہ سب معلوم ہو جائے جو مجھے معلوم ہے تو تمہارا ہنسنا بہت کم ہو جائے اور رونا بہت بڑھ جائے"۔

ایمان کے بعد انسان کی زندگی کو سنوارے اور اسے فلاح کے مقام تک پہنچانے میں چونکہ سب سے بڑا دخل اللہ تعالیٰ کے خوف اور آخرت کی فکر کو ہے۔ اسی لئے رسول کریم ﷺ نے اپنی امت میں ان دو چیزوں کے پیدا کرنے کی خاص کوشش فرمائی کبھی اس خوف و فکر کے فوائد اور فضائل بیان فرماتے اور کبھی اللہ تعالیٰ کے قہر و جلال اور آخرت کے ان سخت احوال کو یاد دلاتے جن کی یاد سے دلوں میں یہ دونوں کیفیتیں پیدا ہوتی ہے۔

رسول کریم ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی اور اس کے قہر و جلال اور قیامت و آخرت کے ہولناک لرزہ خیز احوال کے متعلق فرمایا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر منکشف کر دیا ہے اگر تم کو بھی اس کا پورا علم ہو جائے اور تمہاری آنکھوں کو بھی وہ سب نظر آنے لگے جو میں دیکھتا ہوں اور تمہارے کان بھی وہ سب سننے لگیں جو میں سنتا ہوں تو تمہارا چین سکون ختم ہو جائے تم بہت کم ہنسو اور بہت زیادہ روؤ۔

خدا تعالیٰ کے پیغمبر کا اصل کام اور مقام یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو غیبی حقائق ان پر منکشف فرمائے اور جن احکام کی اس کی طرف وحی کی جائے وہ اللہ تعالیٰ کے دوسرے بندوں تک پہنچائے اور اس پر ایمان لانے والے اس کے امتیوں کا کام اور مقام یہ ہے کہ اس کے پیغمبر کے اعتماد اور

اعتبار پر ان سب باتوں کو وہ حق جانیں، مانیں اور انہی حقائق کو اپنی زندگی کی بنیاد بنائیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو علم کے جو ذرائع عقل و حواس وغیرہ عطا فرمائے ہیں ان کی دسترس صرف اسی عالم شہود تک محدود ہے۔ عالم غیب تک ان کی رسائی نہیں ہے اسی لئے غیبی حقائق کی دریافت اور اس کے بارے میں علم و یقین حاصل کرنے کی راہ ہمارے لئے یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے سماع و مشاہدہ اور ان کی خبر پر ہم اعتماد کریں اور یقین لائیں اسی کا نام ایمان ہے۔

رسول کریم ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں عالم غیب کے اپنے اس ہیبت ناک انکشاف کا ذکر فرمایا ہے کہ اگر میری طرح تم بھی وہ سب کچھ جان لو، جو میں جانتا اور دیکھتا اور سنتا ہوں تو تمہار چین و سکون ختم ہو جائے اور تم بہت کم ہنسو اور زیادہ وقت روتے رہو۔

اللہ تعالیٰ کو انسانوں سے چونکہ خلافت ارضی کا کام لینا ہے اور وہ جب ہی ممکن ہے کہ انسان اس دنیا میں چین و سکون سے رہ سکے اس لئے وہ حقیقت اور وہ چیزیں عام انسانوں سے پردہ غیب میں رکھی گئی ہیں جس کے انکشاف کے بعد آدمی اس دنیا میں سکون سے نہیں رہ سکتا مثلاً" قبر کا یا دوزخ کا عذاب اور اسی طرح قیامت کے لرزہ خیز مناظر اگر اس دنیا میں ہم جیسے لوگوں پر منکشف کر دیئے جائیں تو پھر ہم اس دنیا میں کوئی کام نہیں کر سکتے لیکن رسول کریم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کو جو خاص کام لینا تھا اس کے لئے ضروری تھا کہ آپ ﷺ پر ان چیزوں کا انکشاف کر دیا جائے اور ان حقائق کا آپ کو مشاہدہ کرا دیا جائے تاکہ آپ ﷺ کے اندر وہ عین الیقین اور حق الیقین پیدا ہو جائے جس کی آپ ﷺ کے منصب عالی اور کار عظیم کے لئے ضرورت تھی اس لئے اس قسم کے بہت سے غیبی حقائق آپ ﷺ پر منکشف کیئے گئے اور اسی کے ساتھ حکمت خداوندی نے آپ ﷺ کے قلب مبارک کو وہ غیر معمولی طاقت بھی بخشی کہ اس انکشاف اور مشاہدہ کے باوجود آپ ﷺ اپنی تمام فرائض منصبی کو اچھے طریقے سے انجام دے سکیں اور دنیا میں ایسی جامع اور معتدل زندگی گذار سکیں جو قیامت تک پیدا ہونے والے ہر قسم اور ہر طبقے کے انسانوں کے لئے نمونہ بن سکے۔

# روحانیت

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جتنی بھی قوتیں عطا کر رکھی ہیں وہ انسان کی بہتری کے لئے ہی ہیں۔ ان تمام قوتوں کو اس ڈھنگ سے استعمال کرنا کہ فائدہ زیادہ سے زیادہ اور نقصان کم سے کم ہو انسان کی کامیابی کی راہ ہے۔ اللہ کی دی ہوئی شریعت کسی بھی قوت کو ضائع کرنا نہیں چاہتی بلکہ اس سے زیادہ سے زیادہ تعمیری کام لینا چاہتی ہے۔ وہ خواہشات اور جذبات کو مٹانے کی بجائے انہیں حدود و قیود میں رکھنے کا حکم دیتی ہے۔ وہ مومن کو یہ بتاتی ہے کہ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے' تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے' تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے' بلکہ تیرے گھر آئے ہوئے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے اور ساتھ ہی تفصیلی ہدایات بھی دیتی ہے کہ یہ حقوق کیا ہیں اور انہیں ادا کرنے کا احسن طریقہ کیا ہے۔ ان حقوق کے ادا کرنے پر بھی روحانی ترقی کا انحصار ہے۔ اللہ کے دین کی تعلیم اس قدر متوازن ہے کہ بنی نوع انسان کے لئے از سر تا پا خیر ہی خیر بن گئی ہے۔ روحانیت کے حصول کے جو طریقے بتائے گئے ہیں وہ ہر قسم کی افراط و تفریط سے پاک ہیں۔ اسلام میں روحانی ترقی اور اللہ کی معرفت حاصل کرنے کے لئے یہ تعلیم ہرگز نہیں دی جاتی کہ اپنے جسم کو مسلسل فاقوں اور چلہ کشی کی مشقوں سے کمزور اور بیکار بنا دو' مسلسل روزے رکھو' ساری رات نوافل پڑھنے میں گزار دو' شادی نہ کرو' چپ کے روزے رکھو' ننگے رہو' دنیا کو چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں جا بیٹھو یا حبس دم کی ریاضتوں میں پڑ کر سانس لینا بھی بند کر دو۔ اسلام اس دنیا میں رہتے ہوئے زندگی گذارنے کا ایسا لائحہ عمل عطا کرتا ہے جس پر عمل کیا جائے تو انسان دنیا کی تمام لذتوں سے متمتع ہوتے ہوئے اور تمام حقوق احسن طریقے سے ادا کرتے ہوئے اللہ کے انتہائی قرب کی منازل تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول علیہ السلام کے چند اصحابہ نے اللہ کی رضا کے حصول اور روحانی ترقی کے شوق میں شادی نہ کرنے' ساری رات اللہ کی عبادت کرنے اور مسلسل روزے رکھنے کا ارادہ کر لیا۔ آپ ؐ کو ان کے ارادوں کے بارے میں اطلاع ہوئی تو ان اصحاب کو طلب کر کے پوچھا کہ کیا تم نے ایسا ایسا ارادہ کیا ہے۔ انہوں نے اس امر کا اقرار کیا تو آپ ﷺ نے انہیں اس طرز زندگی سے روکتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا شادی نہ کرنے سے حاصل ہو سکتی تو اس پر سب سے پہلے میں عمل کرتا کیونکہ میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں۔ میری بیویاں بھی ہیں اور میرے بچے بھی ہیں۔ اگر اللہ کا قرب ساری رات جاگ کر نوافل ادا کرنے سے حاصل ہو سکتا تو سب سے پہلے میں یہ کام کرتا کیونکہ میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں۔ میں رات کو سوتا بھی ہوں اور پچھلی شب اٹھ کر تہجد بھی ادا کرتا ہوں۔ اگر اللہ

کی محبت مسلسل روزے رکھنے سے مل سکتی تو سب سے پہلے میں اس پر عمل کرتا کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں نفلی روزے رکھتا ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں۔ کیا تمہیں میرا طریقہ پسند نہیں ہے؟

اسلام میں جس طرح دوسری نعمتوں اور مال و دولت کے حصول کے لئے قواعد و ضوابط مقرر ہیں اور حلال و حرام کی پابندیاں عائد ہیں اسی طرح روحانیت کے حصول کی خاطر رہبانیت اختیار کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ دنیا کی دولت بھی ایک نعمت ہے لیکن زیادہ دولت اکٹھی کرنے کے لئے جس طرح ناجائز ذرائع اختیار کرنا جرم ہے اسی طرح زیادہ روحانی ترقی حاصل کرنے کی خاطر دنیا کو ترک کر دینا حرام قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ رہبانیت سے نہ صرف اپنے نفس کے حقوق ضائع ہوتے ہیں بلکہ معاشرہ کے حقوق بھی تلف ہوتے ہیں اور دنیا کے نظام میں فساد پیدا ہوتا ہے۔

جیسا کہ حیات ارضی کے باب میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ دنیا کی زندگی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اسے آخرت کی کھیتی کہا گیا ہے۔ ہم یہاں محنت کر کے جو کچھ بوئیں گے آخرت کی زندگی میں اسی کی فصل کاٹیں گے۔ اگر ہم کھیتی کو نظرانداز کر کے اور کاشت کے کام کو ترک کر کے یہ زندگی کسی خانقاہ میں بیٹھ کر مراقبوں' چلوں اور گیان دھیان میں ہی گذار دیں تو اس زندگی میں کیا صلہ پائیں گے۔ قرآن کی تعلیم تو یہ ہے کہ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ بھی ہے وہ انسان کے لئے بنایا گیا ہے اور انسان کو پیدا ہی اس زمین پر حکمرانی کے لئے کیا گیا ہے۔ اس لئے سچا دین وہی ہے جو انسان کو اللہ کے عطا کردہ خلافت ارضی کے منصب کے لئے تیار کرے تاکہ وہ یہاں کی تمام مادی اور غیر مادی قوتوں کو تسخیر کر کے ان سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے سکے اور اللہ تعالیٰ نے جو اسے علمی فضیلت عطا کر رکھی ہے اسے بروئے کار لا کر اللہ تعالیٰ کی معرفت کے سفر میں آگے بڑھتا چلا جائے اور اللہ تعالیٰ کا قرب اور دیدار حاصل کر سکے۔ جس انسان کو اللہ تعالیٰ نے مسجود ملائک بنایا اگر وہ زمینی قوتوں کو زیر فرمان لانے کے لئے جدوجہد ہی نہ کرے یا انہیں اپنی اطاعت میں لگانے میں ناکام رہے تو اسے رب العالمین کی خوشنودی کیونکر حاصل ہو سکے گی۔ اس لئے اللہ کا دین نہ تو دنیا کو ترک کرنے کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی اس میں غرق ہو جانے کو پسند کرتا ہے۔ بلکہ ایک متوازن اور حقیقی کامیابی کا ضامن لائحہ عمل عطا کرتا ہے۔ اور اس روحانیت کی تعلیم دیتا ہے جس میں اللہ کا عطا کردہ جوہر ناروا مشقتوں میں پڑے بغیر' قلیل مدت میں ہی اپنے کمال کو پہنچ سکتا ہے۔ یہ مسلک اللہ کے قرب و رضا کو مقصود حیات قرار دے کر کائنات کو تسخیر اور انسانیت کی خدمت کرنے کا ہے۔ مادی دنیا کی تعمیر و تسخیر اور اختراعات و ایجادات کی جدوجہد میں مومن کا جھپٹنا پلٹنا بھی خون گرم رکھنے کے لئے ہوتا ہے تاکہ منزل کبریا کی طرف اس کی پرواز میں کسی قسم کی کوتاہی واقع نہ ہو۔ اس سفر میں مومن کے کمالات کی حد برق و بخارات سے چلنے والی مشینوں پر ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ جمادات' نباتات اور حیوانات اور دیگر مادی قوتوں پر تصرف حاصل کرنے کے بعد مزید آگے بڑھ کر روحانی لطافت کے ذریعے زمان و مکان پر دسترس حاصل کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق رکھنے کی بناء پر مومن آفاق میں گم

نہیں ہو جاتا بلکہ آفاق اس کے قلب کی وسعت میں گم ہو جاتے ہیں۔ مومن جب اللہ کے نور سے دیکھنے لگ جاتا ہے تو وہ زمان و مکاں کی حدوں کو پھلانگ جاتا ہے اور اس کے لئے دور و نزدیک اور ماضی و مستقبل سب سمٹ کر ایک نکتہ بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے قرب کا یہ لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ مومن میں اللہ کی صفات کا رنگ جھلکنے لگتا ہے۔ جس طرح لوہے کا ایک ٹکڑا آگ کی بھٹی میں تپ کر سراپا آگ بن جاتا ہے۔ آگ کی حرارت اس کے ذرے ذرے کے اندر سرایت کر جاتی ہے تو وہ صورت اور سیرت میں آگ ہی بن جاتا ہے۔ وہ دیکھائی بھی آگ کی طرح دیتا ہے اور جلاتا بھی آگ کی طرح ہے۔ اس کیفیت کو وحدت الوجود کا دھندا نہ بنایا جائے کیونکہ لوہا آتش صفت ہوتے ہوئے بھی لوہا ہی رہتا ہے۔ الغرض بندہ مومن شدت محبت سے مولا صفات بن جاتا ہے۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ کے خاص بندے وہ ہیں کہ جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آئے۔ ایک حدیث قدسی ہے کہ جب بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو علم لدنی یعنی اپنی طرف سے خصوصی علوم اور اپنے فضل سے ایسی روحانی طاقتیں عطا فرماتا ہے کہ عام انسانوں کے لئے ان کو سمجھنا یا احاطہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان خاص الخاص بندوں کا ذکر جابجا فرمایا ہے اور اپنے فضل سے جو معجزات اور نعمتیں انہیں عطا فرمائیں ان کا اجمالی نقشہ اس طرح ابھرتا ہے کہ ان کی فرماں روائی انسانوں کے علاوہ جنگلی درندوں' آبی و ہوائی جانوروں اور جنات تک پھیلی ہوئی تھی۔ ہوا کو ان کے لئے مسخر کر دیا گیا تھا۔ وہ ان کے حکم پر چلتی اور ان کا تخت ہوا کے دوش پر سفر کرتا تھا۔ وہ چیونٹیوں اور پرندوں کی زبان سمجھتے اور ان سے گفتگو کر سکتے تھے۔ وہ دور دراز مقامات سے بڑے وزنی مادی اجسام کو روحانی قوت کے بل بوتے پر پلک جھپکنے میں لا حاضر کرنے پر قادر تھے۔ ان کی نظریں تحت زمین اور عرش بریں دونوں کا مشاہدہ کر سکتی تھیں۔ وہ ماضی اور مستقبل کے اندر جھانک کر ازلی و ابدی حقائق سے آشنا ہو سکتے تھے۔ ان کی دعا سے آسمان سے من و سلویٰ نازل ہوتا اور دھوپ سے بچانے کے لئے بادلوں کے سائبان ان کے سروں پر سایہ مہیا کرتے۔ ان کا عصا ان کے ارادہ کے تحت اژدہا بن جاتا اور جب اسے اپنے ہاتھ میں لے لیتے تو پھر عصا کی صورت اختیار کر لیتا۔ ان کے عصا کی ضرب سے پتھروں سے چشمے جاری ہو جاتے اور دریا کا پانی رک جاتا۔ ان کی خدمت میں بے موسم کے پھل پیش کئے جاتے۔ انہیں خوابوں کی تعبیر اور کئی دوسرے سری علوم عطا کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فیصلوں کا نفاذ ان کے ہاتھوں سے کراتا۔ وہ عجوبہ روزگار بزرگ کہیں یتیم کی کشتی توڑ کر' کسی معصوم جان کو قتل کر کے اور کبھی کسی مومن کے یتیم بچوں کے خزانے کی حفاظت کی خاطر دیوار تعمیر کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ اللہ کے اذن سے پیدائشی اندھوں اور کوڑھیوں کو اپنے مبارک ہاتھوں کے لمس سے شفایاب کرنے اور مردوں کو زندہ کر دینے پر قادر تھے۔ وہ مٹی سے پرندوں کی مورت بنا کر اس میں پھونک مارتے تو وہ سچ مچ کے پرندے بن کر

اڑ جاتے۔ تمام جمادات، نباتات اور حیوانات ان کو پہچانتے، ان کو سلام کرتے اور ان کے احکام کی تعمیل کرتے تھے۔ ان کی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ان کے چہرے کے تاثر سے قبلے کا رخ بدل دیا گیا۔ انہیں زمین و آسمان، جنت دوزخ اور کرسی و عرش کے عجائبات کی سیر کرائی گئی اور مکالمہ اور قرب و دیدار سے مشرف فرمایا۔ زمین کے خزانوں کی چابیاں انہیں عطا کی گئیں۔ ان کے لعاب دہن کی برکت اور شیرینی نے سوکھے چشموں کو جاری اور کھاری پانی کو میٹھا کر دیا اور کھانے کی تھوڑی مقدار سے سینکڑوں آدمیوں کی سیری ہو گئی۔ لعاب دہن نے جب مسیحائی کی تو سانپ کے زہر کا اثر زائل ہو گیا، آشوب چشم دور ہو گیا۔ تلواروں کے زخم بھر گئے اور آنکھ سے باہر نکلا ہوا ڈھیلا پھر سے پیوست ہو کر پہلے سے بھی زیادہ روشن بصر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر ان کی ہیبت طاری کر دی اور میدان جنگ میں ان کی مدد کے لئے گھڑ سوار فرشتے نازل کئے گئے۔ ان کے قدموں میں بیٹھنے والے مساکین کو دنیا کی امامت و سیادت عطا ہوئی اور ان کے نامہ مبارک کو پھاڑ دینے والے مغرور شہنشاہ کی سلطنت کے پرزے اڑا دیئے گئے۔ ان کی مخالفت میں کھڑے ہونے والے تمام نمرود، فرعون، قارون، ہامان، ابو جہل اور ان کے بھائی بند اپنی طاقت اور لاؤ لشکر کے باوجود اللہ کے شدید عذاب کی گرفت میں آکر عبرت ناک انجام کو پہنچے۔ ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے تحریری حکم پر دریاؤں میں طغیانی آ جاتی ہے اور وہ درندوں کو حکم دے کر جنگل خالی کرا لیتے ہیں۔ وہ ہزاروں میل دور لڑنے والے مجاہدین کو گھر بیٹھے دیکھ لیتے اور وہیں سے ہدایات بھی جاری کر لیتے ہیں۔ المختصر یہ اسلامی روحانیت کی برکتوں اور کرشمہ سازیوں کا ایک خاکہ ہے۔ لیکن یہ بات ذہن میں بٹھا لیں کہ اتنی عظیم روحانی طاقتوں کے مالک اور اللہ تعالیٰ کے منتخب اور مقرب بندے کسی لحاظ سے بھی تارک دنیا ہرگز نہیں تھے۔ تقریباً سبھی نے بھرپور دنیوی زندگی بسر کی، کام کاج کئے، شادیاں کیں اور صاحب اولاد ہوئے۔ ان میں بھیڑ بکریاں چرانے والے، بڑھئی، کاشتکار، طبیب، کپڑا بننے والے، لوہے اور تانبے کی صنعت کے ماہرین، تاجر، زمین کے خزانوں اور معاشیات کے ماہر، بڑے بڑے ہیکل اور محل بنانے والے ماہر تعمیرات، پہاڑوں کی گھاٹیوں کو لوہے کی دیوار سے پاٹ دینے والے انجینئر اور بڑے بڑے فاتحین اور حکمران بھی تھے۔ بلکہ بہت سے علوم اور صنعتوں کی ابتدا ان بزرگ ہستیوں کے ساتھ ہی منسوب کی جاتی ہے۔ یہی حقیقی روحانیت کی راہ ہے اور اسی پر چل کر انسان اپنا مقصود حیات حاصل کر سکتا ہے۔ علامہ اقبالؒ مومن کی فقیری کا رنگ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فقر مومن چیست؟ تسخیر جہات
بندہ از تاثیر او مولا صفات

ہستی او بے جہات اندر جہات
او حریم و در طوافش کائنات

"تمہیں کچھ خبر ہے کہ مومن کا فقر کیا ہے۔ اس کا ہدف تو ہر چیز کو مسخر کر لینا ہے۔ اس جدوجہد اور اللہ کے قرب کے نتیجے میں اس میں اللہ کی صفات کا رنگ جھلکنے لگتا ہے۔ مومن اگرچہ دنیائے رنگ و بو اور جہان شش جہات میں گھرا ہوا ہے لیکن اس کی اپنی حقیقت ان حدود سے ماوراء ہے۔ وہ خاک کا لباس پہنے ہوئے ضرور ہے لیکن خاک سے پیوستہ نہیں ہے۔ یہ ساری کائنات مادی ہے لیکن مومن کی اصل عالم امر سے ہے۔ وہ مرکز کائنات ہے۔ تمام کائنات اس کے لئے پیدا کی گئی ہے اور اسی کے گرد طواف کر رہی ہے"

اس دستور حیات کے تحت مرد مومن جدوجہد سے بھرپور زندگی بسر کرتا ہوا اللہ کے قرب و دیدار کی منزل کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ وہ دنیا کی نعمتوں اور کاروبار کی گہما گہمیوں میں گھرا ہوا ہو تب بھی اس کا دل اللہ کے ذکر سے غافل نہیں ہوتا۔ اس کی راحت کا سامان اور قلب کا اطمینان نماز اور اللہ کا ذکر بن جاتا ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے بھی وہ قلبی طور پر دنیا و مافیہا کی محبت اور خوف و حزن سے آزاد ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس لائحہ عمل کو آپ اسلامی روحانیت' اسلامی تصوف' سلوک و طریقت' احسان و حکمت یا اخلاص عمل میں سے جو چاہے نام دے لیں لیکن یہ انسانی جبلت اور فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ عالمگیر شریعت کی سچائی معلوم کرنے کی ایک پرکھ یہ ہوتی ہے کہ اگر اس تعلیم کو پوری دنیا اپنا لے تو ہر طرف امن و امان اور ترقی و خوشحالی کا دور دورہ ہو جائے اور یہ دنیا جنت کا نمونہ بن جائے۔ اب ذرا رہبانیت کی تعلیم کو اس کسوٹی پر پرکھ کر دیکھیں۔ خدانخواستہ اگر دنیا کے سارے انسان رہبانیت کو اپنا کر لنگوٹیاں پہن لیں اور آبادیوں کو چھوڑ کر جنگلوں' پہاڑوں' مندروں اور خانقاہوں میں جا بسیں تو دنیا کا جو حال ہو گا اس کا اندازہ لگانا دشوار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ نے روحانی طاقت اور اللہ کی معرفت حاصل کرنے کے جو طریقے تعلیم فرمائے ہیں وہ انتہائی سہل العمل اور سریع الاثر ہیں۔ اسلام کے تصوف میں نہ مسلسل فاقے کرنا ہے نہ گوشہ نشینی ہے۔ نہ ہی دنیا کو ترک کر کے جنگلوں میں جانے کی اجازت ہے۔ نہ راتوں کو جاگنا پڑتا ہے۔ نہ خانقاہوں میں بند ہو کر چلے کاٹنے پڑتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ طریقے اس قدر موثر ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے برسوں کا راستہ مہینوں میں طے ہوتا ہے اور وہ روحانی دولت حاصل ہوتی ہے جو کسی دوسرے طریقے سے حاصل نہیں ہو سکتی اس فطری عمل میں روحانیت کے حصول کا اہم ترین ذریعہ نماز کی پابندی کے ساتھ ساتھ اللہ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرنا ہے وہ چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے' کھڑے لیٹے اور کام کاج کے دوران ہر جگہ اور ہر وقت کیا جاتا ہے اس ذکر کی اہمیت اور فضیلت پر قرآنی آیات اور حضور ﷺ کی احادیث شاہد ہیں۔ ذکر اللہ کا یہ طریقہ اس قدر آسان ہے کہ اس کے لئے مطلق وقت درکار ہی نہیں ہوتا کیونکہ یہ ذکر سانس کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یعنی جو دم غافل سو دم کافر والے اصول پر عمل کیا جاتا ہے۔ بقول شاعر

مو بن، غافل نہ ہو، ذکر خدا سے پیار رکھ
ہاتھ پاؤں کام میں اور دل کو سوئے یار رکھ

اس ذکر کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جو سانس اندر جائے اس کے ساتھ بھی اللہ اور جو سانس باہر آئے اس کے ساتھ بھی لفظ اللہ اس طرح کہا جاتا ہے کہ دل کہے اور کان سنیں۔ اس راہ پر چلنے کے لئے جو دو باتیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں وہ ہیں استعداد اور استاد۔ یعنی انسان کے دل میں حصول مراد کے لئے طلب صادق موجود ہو اور اس کے ساتھ مرشد کامل میسر آ جائے۔ یہ دونوں باتیں حاصل ہو جائیں تو اللہ کے فضل و کرم سے منزل نزدیک اور آسان ہو جاتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا دین کامل ہو چکا ہے اور کوئی نعمت ایسی نہیں جو اس میں شامل نہ ہو تو پھر روحانی قوت اور فقیری کے حصول کے لئے اسوہ رسول مقبول ﷺ کے سادہ اور شریعت سے باہر کسی دوسرے طریقے کی ضرورت محسوس کرنا دین کی کاملیت سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔ اسلام کے تصوف میں ایک سالک دنیا کے سارے کام احسن طریقے سے انجام دیتے ہوئے اور تمام نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے قرب و دیدار کی نعمت سے مشرف ہو سکتا ہے۔ اس تصوف کی ترویج کے لئے اس صدی کے عظیم صوفی اور روحانی علوم کے محقق بزرگ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری ؒ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ قائم فرمایا۔

جو قارئین کرام روحانیت کے متلاشی اور قرآن و سنت کی تعلیم کے مطابق سلوک طے کرنے کے خواہاں ہوں ان کے لئے بانی سلسلہ توحیدیہ کی تصانیف کا مطالعہ انشاءاللہ تعالیٰ بیش بہا معلومات کا ذریعہ اور سعادت و برکت کے حصول کا باعث ثابت ہو گا۔

## اطلاع

ہمارے سلسلہ کے بزرگ بھائی راجہ خضر حیات صاحب پچھلے دنوں خالق حقیقی سے جا ملے۔ ملتان کے بھائی ڈاکٹر سہیل عزیز صاحب بھی سالانہ اجتماع سے روانگی کے دوران ہی لاہور بس سٹاپ پہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون سب بھائی اللہ سے ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔

# خواجہ کے خطوط

(ترتیب و تدوین۔ خالد مسعود)

## 1۔ خادم حلقہ ملازم کی طرح ہے

(بنام عاشق حسنین شاہ بخاری صاحب 1966-6-6)

"میں نے تو اللہ میاں سے پوچھا تھا کہ کس کو خادم حلقہ بنانا چاہئے تو مجھے القاء ہوا کہ عابد کو بنادو چنانچہ میں نے بنا دیا۔ خادم حلقہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ روحانیت میں اپنے پیر بھائیوں سے زیادہ ہو۔ مطلق نہیں۔ چنانچہ میں ان کو صاف صاف لکھ دیا ہے کہ آپ کو جو خادم حلقہ بنایا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ روحانیت میں اپنے سب پیر بھائیوں سے بڑے ہیں آپ سے کہیں بڑے بڑے روحانی طاقت والے کراچی کے حلقہ میں بہت ہیں۔ اس سے پہلے جو مومن صاحب خادم حلقہ تھے ان میں ہی کونسی روحانیت تھی۔ مومن صاحب تو بیچارے رہے ایک طرف خود ملک بخش الٰہی میں بھی کوئی خاص روحانیت نہ تھی البتہ ان کا اخلاق بہت اچھا تھا اور ان کی توجہ خوب تھی۔ شاید یہ لوگ توجہ کو ہی روحانیت سمجھتے ہیں۔ جو ایسا خیال کرتا ہے وہ فقیری اور روحانیت کی الف بے تے بھی نہیں جانتا۔ بھلا روحانی طاقت والوں کو میں خادم حلقہ جیسی گھٹیا اور تھرڈ کلاس خدمت کے لئے کیسے مقرر کر سکتا ہوں۔ ان کے لئے تو بہت اونچے کام ہیں جو وہ کرتے ہیں اور کوئی ان کو جانتا بھی نہیں۔ نہ کوئی روحانی بزرگ یہ خواہش رکھتا ہے کہ لوگ اس کو جانیں اور اس کی عزت کریں۔ وہ تو صرف خدا کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ دنیا کچھ ہی کہے' کچھ ہی کرے۔ بہر حال یہ تو میں ایسے ہی جوش میں لکھ گیا۔ مطلب یہی تھا کہ بعض لوگ جو خادم حلقہ بننا چاہتے ہیں وہ اول درجہ کے دنیادار ہیں روحانیت سے ان کو کیا سروکار۔ اللہ ان سب کو ہدایت دے۔ خادم حلقہ تو ایک ملازم کی طرح ہے جو حلقہ کرا دیتا ہے اور اگر ہو سکے تو آنیوالوں کی چائے پانی سے کچھ خدمت کر دیتا ہے۔ اللہ ان سب کو ہدایت دے اور بے لوث ہو کر خلوص سے سلوک پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین"

## 2۔ یہاں تو دل چاہئے

(بنام عاشق حسنین شاہ بخاری صاحب 1967-5-3

"محبت کی راہ میں دور اور قریب کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہاں تو "دل" چاہئے۔ فائدہ تو عمل کرنے پر منحصر ہے بیسیوں آدمی پاس رہ کر بھی کورے رہ گئے اور بیسیوں دور رہ کر بن گئے۔ بات تو عمل کی ہے۔ امتحان کے زمانہ میں ضروری نہیں کہ حلقوں میں شریک ہوں۔ محنت کریں حلقے بعد میں ہو جائیں گے۔ اس سال کا خطبہ محض آپ کی اس رپورٹ پر لکھا گیا تھا جو آپنے بریلوی خیالات کے لوگوں کے متعلق دی تھی۔ اب ان لوگوں کا کیا حال ہے اور کیا خیال ہے ایسی باتوں کی خبر دیتے رہا کریں یہ بڑا اہم کام ہے میں اس سے بہت خوش ہوتا ہوں"

## 3۔ بلند حوصلہ لوگ

(بنام عاشق حسنین شاہ بخاری صاحب 1966-5-20)

"خط ملا۔ حالات معلوم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور اچھی سی ملازمت دے دیگا۔ آپ بڑے حوصلہ کے آدمی ہیں کہ ملازمت کرتے ہوئے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ شاباش۔ ایسے بلند حوصلہ لوگوں کی اللہ ضرور مدد کرتا ہے۔ آپ مجھے ان لوگوں کے نام لکھیں جو عابد صاحب کے حلقہ میں دانستہ شریک نہیں ہوتے۔ اب حلقہ میں جاؤ تو عابد صاحب سے کہنا کہ مئی کا خیرات فنڈ ابھی تک نہیں آیا۔ حالانکہ انہوں نے لکھا تھا کہ ہرماہ کی دس تاریخ تک بھیج دیا کریں گے"

## 4۔ ایسا کوئی آدمی اللہ پیدا کردے

(بنام محمد قاسم صاحب 1962-2-4)

"سب سے پہلے تو تحقیق (Research) اس بات پر کی جائے کہ مذہب اسلام موجودہ مادی ترقیات کے ساتھ چل بھی سکتا ہے یا نہیں اور یہ بات بھی بالکل درست ہے کہ اس قسم کی ریسرچ نہ تو مغربی تعلیم یافتہ ڈاکٹر وغیرہ ہی کر سکتے ہیں اور نہ ہی فقہی علماء۔ اس کے لئے تو ایسا آدمی ہونا چاہئے جو موجودہ علوم میں بھی ید طولیٰ رکھتا ہو اور تفسیر' حدیث اور فقہ میں بھی۔ اور دونوں کے علاوہ روحانیت میں بھی محقق کا درجہ اس کو حاصل ہو۔ خدا کرے ایسا کوئی آدمی اللہ پیدا کردے اور امت مسلمہ اس کی مان لے تو انشاء اللہ مسلمانوں کی یقیناً ترقی ہو سکتی ہے"

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی)

# کچھ جنات کے بارے میں

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری ؒ کی مجالس میں جو ارشادات راقم الحروف کو سننے کا موقع ملا وہ قارئین کی خدمت میں پیش کئے جا رہا ہوں تاکہ آپ کے تجربات سے سالکین راہ خدا کو کسی نہ کسی رنگ میں فائدہ حاصل ہو سکے۔

## جن ذکر سننے آیا

آپ نے فرمایا ایک مرتبہ میں اپنے دوست حضرت رسالدار محمد حنیف خاں ؒ کے ہاں مندر گڑھ گیا ہوا تھا۔ جس کمرے میں میں سوتا تھا اس کے دو دروازے تھے ایک گھر کی گلی کی طرف اور دوسرا مسجد کی طرف کھلتا تھا۔ میں نے صبح کی نماز کے بعد ذکر کرنا شروع کیا تو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا تو میں نے اسے کہا کہ دوسرے دروازے سے آؤ اور پھر ذکر میں مشغول ہو گیا۔ ذکر ختم کر کے میں نے دعا کی لیکن کوئی نہیں آیا۔ دوسرے دن جب پھر میں نے ذکر کرنا شروع کیا تو مسجد کی طرف والا دروازہ پھر کسی نے کھٹکھٹایا تو میں نے زور سے آواز دی کہ دوسرے دروازے سے آؤ۔ میں پھر ذکر کرنے لگ گیا۔ ایک مرتبہ جو میں نے لا الہ کہتے ہوئے دہنی طرف گردن موڑی تو میں نے دیکھا کہ وہاں ایک صاحب تشریف فرما ہیں۔ میں نے الا اللہ کی ضرب قلب پر لگائی اور محمد رسول اللہ کہہ کر ذکر ختم کر دیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کیسے آنا ہوا۔ تو اس نے کہا کہ میں جن ہوں اور حضور کا ذکر سننے آیا ہوں۔ میں نے کہا کہ اگر آپ کو ذکر سننے کا شوق ہے تو چھپ کر بیٹھو اور مجھے نظر نہ آؤ۔ جب آپ مجھے دکھائی دے رہے ہیں اور میں یہ سوچوں گا کہ میرے سر پر ایک جن سوار ہے تو میں ذکر کیسے کر سکتا ہوں۔ پھر وہ غائب ہو گیا۔ اس کی ہیئت کوئی خوفناک قسم کی نہیں تھی بلکہ بڑی اچھی شکل و صورت میں تھا بڑے ادب سے بات چیت کر رہا تھا۔ میں نے حضرت

رسالدار سے اس کا ذکر کیا تو کہنے لگے کہ ایک جن ادھر رہتا ہے وہی آیا ہو گا۔

## جن بیعت ہونے کے لئے آئے

آپ نے فرمایا میرے پاس جنات آتے رہتے ہیں ایک مرتبہ تو ان کا بڑا وفد آیا اور انہوں نے التجا کی کہ ہمیں بھی اپنے سلسلے میں بیعت کر لیں۔ لیکن میں نے انکار کر دیا۔ ہم جنات کو بیعت کر کے غوث الثقلین نہیں بننا چاہتے۔ ہم ان کے لئے مکلف تھوڑا ہی ہیں۔ یہ انسان ہی ٹھیک ہو جائیں تو بڑی بات ہے۔ اب بھی یہاں میرے کمرے میں کھیلتے رہتے ہیں۔ میری ایک بہت ہی پرانی گھڑی تھی وہ بھی اٹھا کر لے گئے ہیں مجھے غصہ نہیں آتا اس لئے میں انہیں کچھ کہتا نہیں ہوں۔

## صحابی جن کا سلام

ایک دن آپ نے فرمایا میرے ایک دوست کے ہاتھ ایک جن نے سلام بھیجا ہے اس نے کہا ہے کہ مجھے حاضر ہونے کی اجازت دے دیں۔ میں حضور نبی کریم ﷺ کا صحابی ہوں اور میری عمر دو ہزار برس ہے۔ میں نے پیغام بھجوایا ہے کہ آ جاؤ۔ مگر اس وقت آنا جب اور کوئی نہ ہو۔ مکمل تنہائی ہو۔ اب دیکھیں برداشت کر سکتا ہے تو آ جائے گا۔

## اگر جن کا سایہ ہو

آپ نے مختلف مجالس میں سلسلہ توحیدیہ کے تمام بھائیوں کو یہ اجازت دی تھی کہ اگر کسی مریض پر جن کا سایہ ہو تو آپ جا کر اسے کہہ دیں میں خواجہ عبدالحکیم انصاری ؒ کا مرید ہوں اور تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس مریض کو چھوڑ کر چلے جاؤ تو وہ چلا جائے گا۔ اگر نہ جائے تو مجھے بتاؤ میں دیکھ لوں گا کہ وہ کون ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ جن ہو اور بھوت پریت یا بدارواح میں سے نہ ہو۔ چنانچہ بھائی حسب ضرورت اس اتھارٹی کو استعمال کرتے رہتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں۔

## جنات کو دیکھ کر ماننا

ایک مرتبہ جنات کی بات چیت ہو رہی تھی تو آپ نے فرمایا میں نے تو جنات کو بھی دیکھ کر ہی

ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے کہہ دیا تھا کہ اگرچہ قرآن کریم میں مختلف مقام پر جنات کا ذکر آیا ہے لیکن میری سمجھ میں یہ مخلوق بالکل نہیں آ رہی۔ اس لئے یا تو مجھے جنات دکھلا دیں ورنہ اسے نہ ماننے پر مجھے معاف فرما دیں۔ ایک دن دہلی میں میں صحن میں لیٹا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ صحن میں ایک کتا پھر رہا ہے۔ میں نے سوچا کہ یہ کہاں سے آ گیا۔ رات کا وقت ہے' دروازے سارے بند ہیں اور یہاں اڑوس پڑوس میں بھی کسی کا کتا نہیں ہے۔ مجھے فوراً خیال آیا کہ یہ جن ہے۔ لیکن میں نے کہا اگر یہ جن ہے پھر بھی میں اسے نہیں مانتا۔ دکھاتا ہے تو صاف صاف دکھائیں۔ میں آنکھیں بند کر لیٹ گیا تو میں نے محسوس کیا کہ کوئی نیچے سے میری چارپائی اوپر کو اٹھا رہا ہے۔ چند مرتبہ ایسے ہوا تو میں نے اٹھ کر چارپائی کے نیچے جھانکا لیکن وہاں کچھ بھی نہیں تھا اور نہ ہی وہ کتا موجود تھا۔ ایک مرتبہ ایسے ہوا کہ میں اور میرے بھائی عبدالعلیم صاحب ایک ہی کمرے میں سوئے۔ میری چارپائی دروازے کی طرف تھی۔ جب صبح ہوئی تو کسی نے میری چارپائی کو پائنتی کی طرف سے دھکیلا۔ میں نے سمجھا کہ بھائی نماز کے لئے اٹھے ہیں اور گذرنے کے لئے جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے انہوں نے چارپائی کو دھکیلا ہے۔ میری بھی آنکھ کھلی گئی تھی۔ پھر وہ میرے سرہانے کی جانب آ کر مجھ پر جھک گئے جیسا کہ مجھے دیکھنے کی کوشش کر رہے ہوں کہ میں جاگ اٹھا ہوں یا سویا ہوا ہوں۔ جب انہوں نے اپنا چہرہ نزدیک کیا تو میرے چہرے پر ان کی ڈاڑھی کے بال لگے۔ میں ڈر گیا کہ یہ تو کوئی اور ہے کیونکہ بھائی عبدالعلیم کی تو ڈاڑھی نہیں تھی۔ پھر میں نے اس شخص کا ہیولا سا دیکھا کہ وہ دھوئیں میں تبدیل ہو گیا اور دروازے کی درزوں میں سے باہر نکل گیا۔ پھر مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کوئی جن تھا کیوں کہ بھائی تو اپنی چارپائی پر سوئے ہوئے تھے اور میں نے انہیں نماز کے لئے جگایا۔

# سلسلہ توحیدیہ کی انفرادیت

(حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

برادران سلسلہ! علم تصوف کے طالب علم عام طور پر یہ شکایت کرتے ہیں کہ ان کو اس قدر زیادہ پڑھنے اور کرنے کو بتایا جاتا ہے جس کے لئے وقت ہی نہیں ملتا۔ پیٹ بھرنے کے لئے دنیوی کام کریں یا آخرت سنوارنے کے لئے اللہ اللہ۔ میں نے جب دائرہ تصوف میں قدم رکھا اور سلوک شروع کیا تو میں نویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ حضرت صاحبؒ نے مجھے پانچ ہزار مرتبہ پاس انفاس اور اتنا ہی نفی اثبات کرنے کو بتایا۔ اس کے علاوہ تہجد، دوسرے نوافل اور درود شریف کا ورد علیحدہ تھا میں رات بھر جاگتا تھا مگر یہ اوراد پورے نہ ہو سکتے تھے تو مجبوراً دن میں پورا کرتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دو مرتبہ امتحان میں فیل ہوا۔ ملازمت کے دوران میں اس سے بھی زیادہ دشواری پیش آئی۔ بہر حال سلوک طے کرنے تک مجھ کو یہ تجربہ ہو گیا کہ خدا سے تعلق زبان سے ذکر کرنے کی کثرت پر اس قدر منحصر نہیں ہے جس قدر دل سے اس کو ہر وقت یاد رکھنے اور اخلاق کا تزکیہ کرنے پر منحصر ہے۔ چنانچہ جب میں نے سلسلہ توحیدیہ کی بنیاد ڈالی تو ذکر، فکر اور تزکیہ اخلاق کے لئے مجاہدے کے تمام طریقوں میں ایسی تبدیلیاں کر دیں جو زمانہ حاضرہ کے مزاج اور آج کل کے انگریزی تعلیم و تربیت یافتہ لوگوں کے لئے موزوں اور آسان ترین ہیں اور ہر شخص جو طالب راہ حق ہو نہایت آسانی سے دنیا کے سارے کام کرتے ہوئے ان پر عمل کر کے فائز المرام ہو سکتا ہے۔ یہ باتیں میں پہلے بھی بہت دفعہ بتا چکا ہوں لیکن آج ذرا وضاحت سے بیان کروں گا۔

1۔ پہلے سلسلوں میں اوراد و وظائف ہزاروں بار نہیں بلکہ لاکھوں بار پڑھنے کو بتائے جاتے تھے۔ چنانچہ بعض بزرگ سورہ اخلاص سوا لاکھ مرتبہ بیس یا چالیس دن میں ختم کرایا کرتے تھے۔ کم از کم ایک ہزار مرتبہ درود شریف۔ ہر نماز کے بعد اکتالیس مرتبہ الحمد شریف۔ گیارہ سو مرتبہ یا مغنی۔ گیارہ مرتبہ سورہ مزمل شریف، اکتالیس مرتبہ سورہ یاسین شریف اور اس کے علاوہ بے شمار نوافل۔ آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ جو شخص اتنا پڑھے اور پھر کھانا نہ کھائے متواتر روزے رکھے اس کی صحت کس طرح بحال رہ سکتی تھی۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ نعوذ باللہ یہ باتیں فضول تھیں مگر یہ ضرور کہتا ہوں کہ آجکل جب کہ حصول معاش کے لئے دن رات میں کم از کم بارہ گھنٹے کام کرنا پڑتا

ہے' پرانے زمانے کے اوراد و وظائف پڑھنا کسی طرح ممکن ہی نہیں۔ اس لئے میں نے صرف یہ طریقہ بتایا ہے کہ چوبیس گھنٹے میں جب بھی تم کوئی دماغی کام نہ کر رہے ہو اور خالی الذہن ہو ہر سانس سے اللہ اللہ کرتے رہو اور اللہ کی یاد سے غفلت نہ برتو۔ یہی طریقہ قرآن پاک میں بھی بتایا گیا ہے۔ دوسری چیز نفی اثبات کا ذکر ہے جس کے لئے میں اس بات پر زور دیتا ہوں کہ کسی حالت میں بھی پندرہ منٹ سے زیادہ نہ کیا جائے۔ اب آپ بتائیں کہ اس سے زیادہ اللہ کو یاد کرنے اور اس سے اپنی محبت کے رشتے استوار کرنے کا اور کوئی آسان طریقہ ممکن ہے؟

2۔ پہلے زمانے کے بزرگ اپنے مریدوں کو نفس کشی کے لئے بھوکا رہنا' برسوں پیدل سفر کرنا' بھیک مانگنا' ٹٹی صاف کرنا اور محلوں میں جھاڑو دینا بتاتے تھے۔ آج کے انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کو یہ کچھ بتایا جائے تو کون ہے جو کرنے کو تیار ہو گا۔ اس کے بجائے میں نے صرف یہ بتایا ہے کہ غصہ اور نفرت کو نفی کر دو اور اس کی جگہ عالمگیر محبت اور ہر کام میں حق پر عمل کو اپنے اوپر فرض کر لو۔ اس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ تعمیر ملت اور طریقت توحیدیہ میں پڑھ لیجئے۔

3۔ دوسرے سلسلوں میں انکسار پیدا کرنے کے لئے یہ بتایا جاتا تھا کہ اپنے آپ کو تمام مخلوق سے ذلیل و حقیر سمجھو۔ ظاہر ہے کہ اس سے انسان کی خودی اور خودداری بالکل ختم ہو جاتی ہے اور اس کی وہ تمام امنگیں مر جاتی ہیں جو انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے ایک معاشرے اور قوم کو زندہ' باعزت' باغیرت اور متحرک بالعمل بنانے کے لئے قدرت کی طرف سے فطرتاً پیدا کی گئی ہیں۔ ہمارے سلسلہ میں یہ تعلیم نہیں دی جاتی بلکہ یہ سکھایا جاتا ہے کہ اپنی کسی چیز پر غرور نہ کرو کیونکہ اس سے آئندہ کے لئے طلب ختم ہو جاتی ہے۔ بلکہ ہم یہ بتاتے ہیں کہ تم نہ اپنے آپ کو ذلیل و حقیر سمجھو نہ کسی دوسرے کو' ہم سب خدا کے مصنوعات ہیں۔ خدا کی کسی صنعت سے نفرت کرنا یا اس کو ذلیل سمجھنا خود خدا کی توہین ہے۔ ہم دراصل یہ کہتے ہیں کہ تم اس قصہ میں ہی نہ پڑو کہ کون ذلیل ہے اور کون بزرگ و برتر ہے اور اگر تم کو ایسا کرنا ہی پڑے تو قرآن کی اس آیت کی کسوٹی پر پرکھو۔ کہ "جو شخص جس قدر زیادہ متقی ہے اتنا ہی وہ اللہ کے نزدیک شریف اور بزرگ ہے"

4۔ دوسرے کئی سلسلوں میں پیروں کی اس قدر عزت کی جاتی ہے جو عبادت کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ مریدوں سے نہ صرف زندہ پیروں بلکہ وفات یافتہ بزرگوں کی قبروں کو سجدے کرائے جاتے ہیں۔ ان کو مافوق الفطرت خیال کیا جاتا ہے۔ ان سے منتیں مانگی جاتی ہیں اور کیا کچھ نہیں کیا

جاتا۔ ہم قرآن پاک اور احادیث و سنت کی روشنی میں اس بات کو شرک اکبر جانتے ہیں۔ تعمیر ملت میں بیسیوں آیتیں اس بات کے ثبوت میں میں نے تحریر کر دی ہیں جس کو ہر وقت پیش نظر رکھتے ہوئے توحید باری تعالیٰ کے عقیدے پر پورے استحکام سے ڈٹے رہئے۔ تاہم میں آپ کو یہ ہدایت کرتا ہوں کہ جو لوگ قبر پرستی وغیرہ کرتے ہیں ان سے الجھنے یا بحث کرنے کی آپ کو ہرگز اجازت نہیں ہے۔ ان کا دین ان کے لئے ہے اور تمہارا دین تمہارے لئے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا کہ یہ لوگ جن باتوں پر جھگڑتے ہیں قیامت کے دن ان کو معلوم ہو جائے گا کہ سچا کون تھا۔ دوسری بات یہ کہ جھگڑنے اور بحث کرنے سے سوائے وقت ضائع کرنے اور دلوں میں بدمزگی پیدا کرنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بحث سے کوئی شخص بھی اپنا عقیدہ نہیں بدلا کرتا۔ حتیٰ کہ کافر بھی باوجود عقلاً" مان لینے کے بت پرستی ترک نہیں کرتے۔ ہمارے سلسلہ میں پیر کی بابت صرف تین باتیں بتائی جاتی ہیں۔

۱۔ عقیدت ۲۔ ادب ۳۔ فرمانبرداری۔ عقیدت کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے مرشد کو سچا خدا رسیدہ اور رشد و ہدایت کا اہل سمجھتے ہو۔ ادب' عقیدت کا ایک لازمی جزو اور انسانی شرافت کی ایک ضروری نشانی ہے۔ "باادب بانصیب بے ادب بے نصیب" کا مقولہ غلط نہیں ہے۔ دنیاوی محفلوں میں بھی بے ادب انسان دوسرے لوگوں کے دل میں اپنے متعلق کوئی اچھی رائے پیدا نہیں کر سکتا تو بزرگوں کی مجلس میں وہ لوگوں کے دلوں میں اپنا کوئی اچھا مقام کیسے پیدا کر سکتا ہے۔ فرمانبرداری اس لئے ضروری ہے کہ جس راستہ پر تم چل رہے ہو تم اس سے قطعاً" ناواقف ہو۔ لیکن تمہارا مرشد جو اس راستہ کو طے کر چکا ہے اس کے تمام پیچ و خم سے خوب واقف ہے۔ اگر تم اس کے کہنے کے مطابق اندھوں کی طرح عمل نہ کرو گے تو یقیناً" کسی کھڈ میں گر کر تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ ہمارے حلقہ میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں جن کو خدا نے نور بصیرت عطا فرمایا ہے وہ دیکھ سکتے ہیں۔

5۔ ہمارے سلسلہ میں رہبانیت اور دنیا سے نفرت و حقارت کی تعلیم مطلق نہیں دی جاتی کیونکہ یہ قرآن پاک کی تعلیم اور حضور ﷺ کی سنت کے بالکل خلاف ہے۔ بلکہ روپیہ کمانے اور دنیوی قدر و منزلت اور عزت و مرتبہ حاصل کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے لیکن اس طرح جس سے غرور بالکل پیدا نہیں ہو سکتا اور یہ جو کچھ بھی کمایا اور پیدا کیا جاتا ہے وہ سب قوم' ملک اور خلق خدا

کی خدمت کے لئے ہوتا ہے۔

6۔ دوسرے سلسلوں میں معراج اور آخری منزل کشف و کرامات کا حصول ہے لیکن ہمارے سلسلے میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ ہمارے سلسلہ کا آخری مقصد اللہ کا قرب' عرفان اور لقاء کا حصول ہے۔

7۔ ہمارے سلسلہ میں سستی اور بیکاری سے بچنے کے لئے یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ ہر وقت کسی نہ کسی عمل میں مصروف رہو اور کچھ نہ کر سکو تو تعلیم میں ترقی کرو اور ایم۔اے تک امتحانات پاس کرتے چلے جاؤ۔ یا کوئی ٹیکنیکل کام اور ہنر سیکھو۔ چنانچہ اس وقت ہمارے بھائیوں میں کم از کم ڈیڑھ سو آدمی ایسے ہیں' جنھوں نے بی۔اے' ایم۔اے اور ایل۔ایل۔بی وغیرہ کے امتحانات پاس کیئے ہیں اور آج ہزاروں روپیہ مہینہ کما رہے ہیں۔

8۔ ہمارے سلسلہ میں جماعتی تنظیم اور اجتماعی زندگی باقی سب جماعتوں سے کہیں زیادہ محکم اور مستحکم ہے۔ ہمارے ہاں وہ دقیانوسی طریقہ ختم کر دیا گیا ہے کہ ایک شیخ لاتعداد خلیفہ بنا کر اپنے حلقہ کو وسیع کر لے اس طرح اس پیر کی جماعت لاتعداد ٹکڑیوں میں بٹ جاتی ہے اور چونکہ ان خلفاء کے ماحول' اخلاق' ذہنیت اور علمیت وغیرہ میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے اس لئے شیخ سلسلہ کی حقیقی تعلیم بحسنہ کسی ٹکڑی میں بھی باقی نہیں رہتی اور ان ٹکڑیوں کا باہمی ربط ختم ہو کر جماعت کی روح فنا ہو جاتی ہے۔

اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کوئی شخص خواہ کتنی اچھی جماعت بنائے اور وہ خواہ کتنا ہی عالم و فاضل اور خدا رسیدہ ہو ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ میری بھی صحت اب جواب دے رہی ہے۔ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے کل حاضر ہونا پڑ جائے یا کچھ اور برس لگ جائیں اس لئے میں آپ سب کو ہدایت کرتا ہوں کہ اگر آپ کی رائے میں ہماری جماعت اور ہمارا حلقہ انسانی اصلاح کے لئے ایک مثالی حلقہ ہے اور معاشرے کی اصلاح میں کوئی خاص کردار ادا کر سکتا ہے تو آپ اب میری بجائے جماعت سے محبت کرنا اور جماعت کو زیادہ سے زیادہ عزیز رکھنا سیکھیں۔ اس کے لئے آپس میں بے انتہا محبت اور زیادہ سے زیادہ ایثار کی ضرورت ہو گی۔ اگر آپ نے ان دو باتوں پر عمل کیا تو انشاء اللہ آپ کا حلقہ دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرے گا اور عام مسلمانوں کے اخلاق کو سدھارنے میں زیادہ سے زیادہ مدد دے گا۔ (اقتباس! خطبہ 7 چراغ راہ)

# وحدت امت اور فرقہ پرستی

(ماجد محمود توحیدی)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں "جہاں تک کسی شخص کے درحقیقت مومن یا غیر مومن ہونے کا تعلق ہے اس کا فیصلہ کرنا تو کسی انسان کا کام ہی نہیں ہے یہ معاملہ تو براہ راست خدا سے تعلق رکھتا ہے اور وہی اس کا فیصلہ قیامت کے روز فرمائے گا۔ رہے بندے تو ان کا فیصلہ کرنے کی چیز اگر کوئی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ نے ملت اسلام کے جو امتیازی نشان بتائے ہیں ان کے لحاظ سے کون شخص سرحد اسلام کے اندر ہے اور کون اس سے باہر نکل گیا ہے۔ اس غرض کے لئے جو چیزیں ہم کو بنائے اسلام کی حیثیت سے بتائی گئی ہیں وہ یہ ہیں "اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے اگر وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہے" (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں جب وہ ایسا کر دیں گے تو مجھ سے اپنی جان بچالیں گے الا یہ کہ اسلام کا کوئی حق ان کے خلاف قائم ہو اور ان کا حساب اللہ عزوجل کے ذمے ہے" (بخاری، مسلم، احمد)

یہ ہیں اسلامی سوسائٹی کے سرحدی نشانات۔ جو لوگ ان سرحدوں کے اندر ہیں ہم کو حکم ہے کہ ان کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کریں۔ انہیں ملت سے خارج کرنے کا کسی کو حق نہیں اور جو لوگ ان سرحدوں سے باہر نکل گئے ہوں ان کے ساتھ ہم کو وہی معاملہ کرنا چاہئے جو "حق الاسلام" کے لحاظ سے واجبی ہو دونوں صورتوں میں ہم باطن کا حساب لگانے کے مجاز نہیں ہیں۔ ہمارا کام صرف ظاہر کو دیکھنا ہے اور ہم کیا اس معاملے میں خود رسول ﷺ اللہ نے بھی ظاہر ہی کو دیکھا ہے چنانچہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے یمن سے کچھ رقم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجی اور حضور ﷺ نے اسے چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا اس پر

حاضرین میں سے ایک شخص بول اٹھا "یارسول اللہ ﷺ خدا سے ڈریے" حضور ﷺ نے فرمایا "افسوس تیرے حال پر روئے زمین کے بسنے والوں میں مجھ سے زیادہ کس کو یہ سزاوار ہے کہ خدا سے ڈرے۔ حضرت خالدؓ اس موقع پر موجود تھے انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ کیا میں اسے قتل نہ کردوں" فرمایا "نہیں شاید کہ وہ نماز پڑھتا ہو" انہوں نے عرض کیا کتنے ہی نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جو زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں فرمایا" مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دل کھول کر اور پیٹ چاک کر کے دیکھوں"

مولانا اس مضمون کے اختتام پر لکھتے ہیں "اس غلبہ کفروفسق کے زمانے میں عام مسلمانوں کو مذہبی علوم کی واقفیت بہم پہنچانے کا اگر کوئی ذریعہ ہو سکتا تھا تو وہ یہ تھا کہ علماء دین پر لوگوں کا اعتماد ہوتا اور وہ ان کی تقریروں اور تحریروں سے فائدہ اٹھاتے مگر افسوس کہ ان فرقہ بندی کی لڑائیوں اور ان تکفیر کے مشغلوں سے یہ ایک ذریعہ بھی ختم ہوا جارہا ہے اور یہ مسلمانوں پر نہیں تو خود اپنے اوپر ہی رحم کر کے اس روش سے باز آجائیں۔ جس نے ان کو اپنی قوم میں اس قدر رسوا کر دیا ہے۔ درآنحالیکہ یہی وہ قوم تھی جو کبھی ان کو سر آنکھوں پر بٹھاتی تھی"

☆ مولانا امین احسن اصلاحی "اسلامی ریاست میں فقہی اختلافات اور ان کا حل میں لکھتے ہیں "چونکہ یہ حضرات حق کو اپنے ہی اقوال کے اندر محدود نہیں سمجھتے تھے اس لئے اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے یہ دوسروں کو بھی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کے مسلک و مذہب کی قدر کرتے تھے آج کتنے حنفی اہل حدیث ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے ہیں لیکن ان بزرگ آئمہ کا طریقہ اس کے بالکل خلاف تھا۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے پیروکار برابر مدینہ کے مالکی آئمہ کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے حالانکہ یہ لوگ بسم اللہ نہ تو سراً پڑھتے تھے نہ جہراً۔

رشید نے امام مالک کے فتویٰ پر فصد کے بعد وضو کے بغیر نماز پڑھائی۔ قاضی ابو یوسف نے ان کے پیچھے نماز پڑھ لی اور دہرائی نہیں، امام احمد بن حنبلؒ نکسیر پھوٹنے اور جسم سے خون نکلنے کی صورت میں وضو کے قائل تھے ان سے سوال کیا گیا کہ اگر امام کے جسم سے خون نکل آئے اور وضو نہ کرے تو کیا آپ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے؟ انہوں نے فرمایا بھلا امام مالکؒ اور سعید بن مسیبؒ

جیسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے کیسے انکار کر سکتا ہوں؟ قاضی ابو یوسف ؒ اور امام محمد ؒ کے متعلق روایت ہے کہ یہ لوگ عیدین میں تکبیر ابن عباس ؓ کے عقیدہ کے مطابق کہتے تھے اس لئے ہارون الرشید کو اپنے جدا امجد کی تکبیر زیادہ پسند تھی اور وہ ان کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ امام شافعی ؒ نے ایک مرتبہ صبح کی نماز امام ابو حنیفہ کے مقبرہ کے قریب پڑھی اور اس دن امام صاحب کے احترام میں دعائے قنوت نہیں پڑھی اور فرمایا کہ ہم کبھی کبھی اہل عراق کے مذہب کو بھی اختیار کر لیتے ہیں۔ قاضی ابو یوسف کے متعلق روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے حمام میں غسل کر کے جمعہ کی نماز پڑھائی جب لوگ متفرق ہو چکے تو پتہ چلا کہ حمام کے کنوئیں میں چوہیا مری ہے ان سے ذکر کیا گیا تو فرمایا کچھ مضائقہ نہیں آج ہمارا عمل اہل مدینہ کے مذہب پر ہو گا"

☆ مولنا مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں "ملت کا درد اور اسلام کے اصول و مقاصد پر نظر رکھنے والے حضرات علماء سے میری دردمندانہ گزارش ہے کہ مقصد کی اہمیت اور نزاکت کو سامنے رکھ کر سب سے پہلے تو اپنے دلوں میں اس کا عہد کریں کہ اپنی علمی و عملی صلاحیت اور زبان و قلم کے زور کو زیادہ سے زیادہ اس محاذ پر لگائیں گے جس کی حفاظت کے لئے قرآن و حدیث آپ کو بلا رہے ہیں۔

1۔ علماء کرام اس بات کا عہد بھی کیجئے اور فیصلہ بھی کہ اس کام کے لئے اپنے موجودہ مشاغل میں سے زیادہ سے زیادہ وقت نکالیں گے۔

2۔ یہ کہ آپس کے نظریاتی اور اجتہادی اختلاف کو صرف اپنے اپنے حلقہ درس اور تصنیف و تالیف اور فتویٰ تک محدود رکھیں گے۔ عوامی جلسوں، اخباروں، اشتہاروں، باہمی مناظروں اور جھگڑوں کے ذریعہ ان کو نہ اچھالیں گے۔ ان حلقوں میں بھی پیغمبرانہ اصول دعوت و اصلاح کے تابع رہیں گے اور دل خراش عنوان اور طعن و تشنیع استہزا تمسخر اور سوقیانہ فقرہ بازی سے گریز کریں گے۔

3۔ یہ کہ معاشرہ میں پھیلی ہوئی بیماریوں کی اصلاح کے لئے دل نشین عنوان اور مشفقانہ لب و لہجہ کے ساتھ کام شروع کر دیں گے۔

4۔ یہ کہ الحاد و بے دینی اور تحریف قرآن و سنت کے مقابلہ کے لئے پیغمبرانہ اصول دعوت

کے تحت حکیمانہ تدبیروں مشفقانہ و ناصحانہ بیانوں اور دل نشین دلائل کے ذریعہ مجادلہ بالتی احسن کے ساتھ اپنے زور بیان اور قلم کو وقف کر دیں۔ (تقاریر کے مجموعہ وحدت امت سے اقتباس)

☆ مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں "تاریخ کے اوراق پلٹے جائیں تو یہ تماشا نظر آتا ہے کہ مسلمانوں کی جتنی تاریخ ساز شخصیتیں پیدا ہوئیں ان کے تذکرے خلاف کر دیئے جائیں تو خدمت اسلام کا باب اپنے سر عنوان ہی سے محروم ہو جائے وہ سب کی سب اپنے اپنے زمانے میں بعض ظالم فتویٰ نگاروں کی نوازشات کا شکار ہو چکی ہیں ہم نے اس سلسلہ میں حربہ تکفیر اہل قبلہ تطہیر اولیاء مقام جنید، تذکرۃ اولیاء، حسام الحرمین، فتاویٰ الحرمین، نہج الکرامہ، سوانح مولانا عبد اللہ غزنوی اور کوثر اور نظم الورونی، مسلک السیر وغیرہ نامی کتابوں کی طرف رجوع کیا تو ایسی ہستیاں جن پر کفر کے فتویٰ لگائے گئے ان کی فہرست میں یہ نام بھی دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت شبلیؒ، حضرت ذوالنون مصریؒ، حضرت منصورؒ، حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ، حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانیؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، حضرت امام غزالیؒ، حضرت امام بخاریؒ، حضرت ابن حزمؒ، حضرت ابن تیمیہؒ، حضرت ابن القیمؒ، حضرت ابو الحسن اشعریؒ، حضرت سید محمد جونپوریؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت مظہر جان جاناںؒ، حضرت قاضی عباسؒ، حضرت شہاب الدین سہروردیؒ، حضرت فرید الدین عطارؒ، حضرت داؤد ظاہریؒ، حضرت علامہ ابن رشدؒ

مولانا کوثر نیازی آگے چل کر لکھتے ہیں "فتنہ تکفیر ایک مرتبہ پھر زوروں پر ہے اور یہ سب کچھ ایسے وقت میں ہو رہا ہے جب ملک و ملت ایک خوفناک صورت حال سے دوچار ہے۔ دشمن ہمیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ عالم اسلام کے جسد واحد سے صیہونیت کے لگائے ہوئے زخموں کی وجہ سے خون رس رہا ہے۔ ہم کسی ایک فرقے کے واعظوں کو مطعون نہیں کرتے۔ اس طرح کی کالی بھیڑیں ہر فرقے میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن سوچنے اور غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ جو علماء روشن خیال، روادار اور فراخ دل ہیں وہ ان لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے کیا اقدام کر رہے

ہیں"؟(مشاہدات و تاثرات کے اقتباسات)

☆ مولانا عبدالستار خاں نیازی نے اپنی کتاب "اتحاد ملت" میں یہ چار نکاتی فارمولا پیش کیا ہے

1۔ پاکستان کی تمام جماعتیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کے افکار و نظریات پر اصولاً متفق ہیں لہٰذا ہم اپنے تمام متنازعہ فیہ امور ان کے عقائد و نظریات کی روشنی میں حل کریں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان اکابر سے لیکر حضور ﷺ پر نور کی ذات اقدس و اعلیٰ تک ہمارا مرکز اطاعت ایک ہے بریلوی اور دیوبندی دونوں امام اعظم ابو حنیفہ کے غیر مشروط مقلد ہیں اور دوسرے آئمہ عظام کا پورا احترام و اکرام کرتے ہیں۔ حنفی و اہل حدیث قرآن و سنت و اصحاب رسول ﷺ کے پیروکار ہیں اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کا حل قرآن و سنت اور سلف صالحین کے اتباع سے حاصل نہ ہو سکے اور اہل تشیع کتاب و سنت کی آئینی قانونی اور ایمانی سیادت و قیادت سے انحراف نہیں کر سکتے۔

2۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی چشتی صابری کی عظمت اور مرتبے کو سب لوگ تسلیم کرتے ہیں۔ تمام اکابر علماء دیوبند بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت حاجی صاحب کے حلقہ ارادت میں شامل ہیں۔ برصغیر یا عالم اسلام میں جس قدر اختلافی مسائل پائے جاتے ہیں سب کا جامع و مانع حل انہوں نے پیش کر دیا ہے۔ اگر تمام مکاتب فکر کے علما اور متبعین حاجی صاحب کی تصنیف "فیصلہ ہفت مسئلہ" کو حکم مان لیں تو اختلافات چشم زدن میں ختم ہو سکتے ہیں۔

3۔ علماء دیوبند مولانا محمود حسن اسیر مالٹا، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری، مولانا حافظ محمد احمد دارالعلوم دیوبند، ابن مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا عزیز الرحمن مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند، مولانا مفتی کفائت اللہ دہلوی کی مصدقہ کتاب "المہند علی المفند" مصنفہ مولانا خلیل احمد کی جو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی تصنیفات "حسام الحرمین" اور "الدولتہ المکیہ" کے جواب میں شائع ہوئی جس میں انہوں نے اپنے عقائد و نظریات کی وضاحت کی ہے ایک نہایت مفید کتاب ہے اس پس منظر میں علماء دیوبند "المہند" میں درج شدہ فیصلوں کو اختلافی مسائل میں نافذ العمل کر لیں تو تمام متنازعہ فیہ عقائد و نظریات کا نہایت ہی معقول و مدلل جواب مل سکتا

ہے۔ اسی طرح ان علماء کو [illegible] کے بعد وہ مراد اللہ کریں کہ پلیٹ فارم سے اپنے مخالفین کے خلاف طعن و تشنیع سے مکمل اجتناب کریں۔

۸۔ انگریزی محاورہ ہے کہ When in Rome do as the Romans do (جیسا دیس ویسا بھیس) اگر کوئی مسلمان سیدالانبیاء ﷺ کے روضہ پر کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنا چاہے تو اسے پڑھنے دیں اور جو خاموشی سے بیٹھ کر پڑھنا چاہے تو اسے مجبور نہ کیا جائے کہ کھڑے ہو کر بلند آواز میں پڑھے۔ تمام مسلمان نماز میں السلام علیک ایھا النبی پڑھ کر حضور ﷺ پر سلام بھیجتے ہیں تو نماز کے بعد بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے"

۹۔ علامہ طاہر القادری لکھتے ہیں "امت مسلمہ کے لئے صرف فرقہ پرستی اتنی نقصان دہ اور ضرر رساں ثابت نہیں ہوئی جتنی کہ موجودہ منافقانہ فرقہ پرستی ثابت ہو رہی ہے۔ اس فرقہ پرستی کے پیر اور نام نہاد مولوی بڑے زور و شور سے دعویٰ کرتے ہیں کہ حق وہی ہے جو وہ کہتے ہیں اور ان کے سوا باقی سب دنیا جہالت اور گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک رہی ہے۔ سوچئے اور غور کیجئے کہ اگر ذاتی تعصب اس حد تک پہنچ جائے تو اس فضا میں جنم لینے والی فرقہ پرستی کتنے خطرناک مضمرات کی حامل ہو سکتی ہے۔ ان فرقہ پرستوں کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اپنا ہدف بناتے ہیں اور ان کو اپنے ارد گرد کھینچ کر فرقہ پرستی کی مذمت اور اتحاد ملت کی ضرورت پر اپنا زور بیان صرف کرتے ہیں۔ لیکن وحدت کے نام پر وہ قوم کے اندر ایسا انتشار پیدا کر دیتے ہیں کہ ملت گروہ در گروہ تقسیم ہو کر اپنی قوت اور توانائی سے محروم ہونے لگتی ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس منافقانہ اور غلبہ پرستی کے میلانات کی سختی سے حوصلہ شکنی کی جائے تاکہ نئی نسل اس غیر محسوس زہر سے اپنے دل و دماغ کو تحفظ فراہم کر سکے یہ کام تبھی ممکن ہے کہ یہ تصور اچھی طرح ذہن نشین کرایا جائے کہ فرقہ پرستی کسی خاص مسلک، مکتب یا کسی خاص عنوان کو نہیں کہتے بلکہ اس سوچ اور زاویہ نگاہ کو کہتے ہیں جو ہر دوسرے کو غیر مسلم، لادین اور کافر و مشرک بنانے سے عبارت ہو اور جس کے نتیجے میں صرف خود کو حق پر قائم تصور کیا جائے اور باقی تمام مسلمانوں کو گمراہ" (فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے سے اقتباس)

۱۰۔ ڈاکٹر موسیٰ الموسوی ممتاز محقق ہیں 'اتحاد امت' کے لئے اپنے سینے میں تڑپ رکھتے ہیں

انہوں نے اپنی کتاب "اصلاح شیعہ" میں لکھا ہے۔ خلافت کے موضوع کو اس حقیقی دائرے سے باہر نہیں نکلنا چاہئے جس کی تصریح قرآن کریم نے کی ہے "وہ اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں" (الشوریٰ۔ 37) قرآن اور اجماع مسلمین کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے شیعہ کو چاہئے کہ خلفائے راشدین کو اس نظر سے دیکھیں اور ان کے بارے میں وہی رویہ اپنائیں جو امام علیؓ نے اختیار کیا تھا' ان شیعہ کتب کی تطہیر کی جائے جن میں خلفائے راشدین کے متعلق آئمہ شیعہ سے روایت کی گئی ہیں اور مندرجات کی چھان پھٹک کے بعد یہ کتابیں دوبارہ شائع کی جائیں' شیعہ کو یقینی طور پر یہ عقیدہ بنا لینا چاہئے کہ وہ تمام روایات جو شیعہ کتب میں خلفاء کے متعلق اور خلافت کے موضوع پر نصوص الہیہ کے بارے میں آخرم امام "مہدی" تک رسائی کے تمام دروازے بلند ہو چکے تھے' شیعہ اگر در حقیقت امام علیؓ ہی کے انصار سے ہیں تو ان کے طرز عمل کو بھی اپنائیں' اس سیارہ زمین کے کسی بھی مقام پر موجود شیعہ کو جان لینا چاہئے کہ ان کی فکری اور اجتماعی پسماندگی کا حقیقی و بنیادی سبب اپنی مذہبی قیادت کی اتباع اور اس کی اندھی تقلید ہے جس نے ان کو بھیڑ' بکریوں کی طرح سمجھا ہوا ہے کہ جہاں چاہیں ہانکتے پھریں۔ یہی لیڈر ہیں جو شیعہ کی بدبختی' مشکلات اور مصائب کا سبب بنے ہیں جن کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔

☆ جناب محمد بلال نے "جو دین کہ ہمدردیٔ نوع بشر تھا" کے عنوان سے متذکرہ موضوع پر اپنے شذرہ کا اختتام ان الفاظ میں کیا ہے۔ "عالم دین صرف کفر کی نشاندہی کر سکتا ہے کسی کو کافر قرار نہیں دے سکتا۔ کسی فرد یا گروہ کو اتمام حجت کے بعد اللہ کا پیغمبر کافر قرار دے سکتا ہے یا امت کی سطح پر قائم نظم اجتماعی۔ اس لئے کہ شہادت حق کا منصب پیغمبر کے بعد امت کو منتقل ہوا ہے اور پھر اگر کسی فرد یا گروہ میں کفر پایا جاتا ہے تو اسے کافر قرار دینے یا اسے قتل کر دینے کے درپے ہو جانے کی بجائے' بہتر یہ ہے کہ اس کی اصلاح کی جائے۔ عضو بیمار کو کاٹ ڈالنے کی بجائے اس کا علاج کیا جائے۔ اندھیرے پر آہ و فغاں کی بجائے روشنی کا اہتمام کیا جائے"

آہیں نکلیں' آنسو برسے دھل نہ سکے دھرتی کے داغ
اندھیاروں کو گالی نہ دو' روشن کر دو ایک چراغ

ہفت روزہ "ندائے ملت" رپورٹ (22 تا 28 اپریل 1999ء)

# صاحب حال انسان

(عبدالرشید ساہی)

جلاتا ہے مجھے ہر شمع دل کو سوز پنہاں سے
تیری تاریک راتوں میں چراغاں کر کے چھوڑوں گا

معزز قارئین کرام! جس طرح مشاہدہ کا بیان نہیں ہوتا۔ اسی طرح صاحب حال پڑھنے یا سننے والی بات نہیں بلکہ دیکھنے والی شے ہے اس کے جلوے خرد اور جنوں کی سرحدوں پر ہوتے ہیں۔ جہاں اہل عقل کی حد ہے وہاں سے صاحب دل کی سرحد شروع ہوتی ہے جذب اور سلوک کے درمیان ایک منزل ہے جسے حال کہتے ہیں جہاں ہونا نہ ہونا ہے اور نہ ہونا میں ہونا ہے صاحب حال اس مقام پر ہوتا ہے جہاں قال کی ضرورت ہی نہیں ہوتی اسی لئے صاحب حال الفاظ سے گریزاں ہوتا ہے۔ وہ اس کائنات میں نئی کائنات دریافت کر چکا ہوتا ہے۔ وہ ظاہر سے باطن کی طرف رجوع کرتا ہے نعمت سے منعم کا عرفان حاصل کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ذات یکتا کے رنگ میں ایسا رنگ لیتا ہے کہ سوتے جاگتے اسی کے جلوے دیکھتا ہے ذات کے اسرار و رموز کا رازداں بن جاتا ہے اس کی یاد میں فنا ہو کر امر بن جاتا ہے۔

ہے تیرے سوز نفس سے کار عالم استوار
تو نے جب چاہا کیا ہر پردگی کو آشکار
تجھ سے بڑھ کر فطرت آدم کا وہ محرم نہیں
سادہ دل بندوں میں جو مشہور ہے پروردگار
خود کو اتنا محو کر لیتا ہوں تیری یاد میں
تو ہی تو ہوتا ہے کوئی دوسرا ہوتا نہیں

حدیث قدسی ہے کہ نوافل کے ذریعے بندہ جب میرا دوست بن جاتا ہے تب میں اس کے ہاتھ، کان، آنکھ اور زبان بن جاتا ہوں پھر وہ میرے ہی واسطے سے پکڑتا سنتا دیکھتا اور بولتا ہے اس حدیث قدسی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مرتبہ ہر انسان کو نہیں بلکہ صرف خاصان خدا کو حاصل ہو سکتا ہے لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ اتنے وسیع اختیارات کے باوجود وہ انسان اللہ کریم کی رضا پر اتنا قائم ہو جاتا ہے کہ نہ اس کی کوئی ذاتی طلب رہتی ہے نہ تمنا۔ بلکہ وہ ہر آن ہر لحہ اپنے آپ کو ذات کبریا کے قوانین کا پابند رکھتا ہے۔ مثال سامنے ہے کہ حضور اکرم ﷺ تاجدار مدینہ تمام خزانوں کے مالک ہوتے ہوئے بھی تنگدستی میں زندگی بسر فرما گئے۔ آپ کے گھر میں کئی کئی روز تک چولہا نہیں جلتا تھا تمام عمر آپؐ پر زکواۃ فرض نہیں ہوئی۔ صاحب حال انسان خدائی حکومت میں مداخلت نہیں کرتا۔ بلکہ خدائی قوانین کے تابع رہ کر زندگی بسر کرتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ التغابن میں ارشاد فرمایا ومن یوق شح نفسہ فاولٰئک ھم المفلحون اور جو شخص نفسانی خواہشات سے محفوظ رہا۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں" صاحب حال انسان نفسانی خواہشوں سے محفوظ ہو کر مقرب ذات باری تعالیٰ بن جاتا ہے وہ قلزم کو قطرے اور ذرے کو صحرا کے طور پر دیکھنے کی قدرت رکھتا ہے وہ تغیر و تبدل سے مرعوب نہیں ہوتا موسم بدلتے ہیں زمین و آسمان کے جلوے بدلتے ہیں آغاز و انجام کے رشتے بدلتے ہیں لیکن صاحب حال نہیں بدلتا۔ وہ زندگی اور موت کو ایک حقیقت کے دو رخ سمجھتا ہے۔ وہ غم اور خوشی سے نجات پا چکا ہوتا ہے وہ ماضی حال اور مستقبل کو ایک ہی زمانہ سمجھتا ہے دانائے راز علامہ محمد اقبال صاحب فرماتے ہیں۔

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

صاحب حال زمین و آسمان کے انوکھے رشتوں کا مفسر ہوتا ہے۔ اس فنا کے دیس میں صاحب حال ملک بقا کا سفیر ہے وہ ایسا صاحب جنوں ہے جو خرد کی گتھیاں سلجھا چکا ہوتا ہے علامہ صاحب فرماتے ہیں۔

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا ہوں
میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

صاحب حال اسماء اور اشیاء کے معنی اور مفہوم سے باخبر ہوتا ہے وہ اس منزل پر ہوتا ہے جہاں سفر ہی مدعائے سفر ہے وہ خود آگاہی کے ایسے دشت و وحشت میں پہنچ چکا ہوتا ہے۔ جہاں فراق ہے نہ وصال نہ کوئی اپنا ہے نہ غیر۔ وہ سکوت سے ہم کلام رہتا ہے علامہ صاحب فرماتے ہیں۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

وہ ذات اور صفات کے تعلق سے آشنا ہوتا ہے وہ جانتا ہے کہ عیاں کا رابطہ ہر حال میں نہاں سے ہے۔ صاحب حال خود ہی آخری سوال ہے اور خود ہی اس کا جواب۔ وہ اپنے وجود میں اپنے علاوہ بھی موجود رہتا ہے۔ آپ ایک ایسے انسان کا اندازہ کریں جس کی ایک ہتھیلی پر آگ ہو اور دوسری پر برف وہ نہ آگ بجھنے دیتا ہے اور نہ برف کا انجماد ٹوٹنے دیتا ہے۔ وہ ایسی جلوہ گاہ میں محو کھڑا ہوتا ہے جہاں آنکھ کی بینائی کا پردہ حائل نہیں ہوتا اس کی پیشانی زمین پر اور سجدہ گاہ آسمان پر ہوتی ہے اس کا دل اس کی آنکھ میں ہوتا ہے اور آنکھ دل میں ہوتی ہے علامہ محمد اقبال صاحبؒ فرماتے ہیں۔

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشہ کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدہ دل وا کرے کوئی

صاحب حال انسان یاد خدا میں اتنا محو ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ سے بیگانہ ہو جاتا ہے اس پر خدائی راز آشکارا ہو جاتے ہیں اور نہاں کے جلوے ظاہر ہوتے ہیں۔ لامکاں پر تصرف حاصل ہو جاتا ہے بے پردہ

یار نظر آتا ہے شدید ترین نفسانی خواہشوں پر مکمل کنٹرول حاصل ہو جاتا ہے۔

نہ فنا میری نہ بقا میری مجھے اے شکیل نہ ڈھونڈیئے
میں کسی کا حسن خیال ہوں میرا کچھ وجود عدم نہیں

صاحب حال کوئی انوکھی مخلوق نہیں وہ انسان ہے انسانوں کی دنیا میں انسانوں کے درمیان رہتا ہے لیکن اس کا انداز نظر انسانوں سے جدا ہوتا ہے کیونکہ وہ مجسمہ تسلیم و رضا ہوتا ہے قانون فطرت کا تابع فرماں ہوتا ہے قبلہ ڈار صاحب نے اس حقیقت سے یوں پردہ اٹھایا ہے۔

تیری نگاہ ناز میں میرا وجود بے وجود
میری نگاہ تلاش میں تیرے سوا کوئی نہیں

صاحب حال انسان فطری مصوری کا شہکار ہوتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صاحب حال سے ملاقات ہوئی ایک دور کا پیغمبر اپنے دور کے صاحب حال سے مل کر حیران رہ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے دور کا حال دیکھ رہے تھے لیکن صاحب حال کسی اور زمانے کے واقعات میں مصروف تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عرفان میں شک نہیں ہو سکتا آپ کے مقام بصیرت 'عصا' ید بیضا اور کلیمی پر کوئی شک نہیں لیکن صاحب حال آپ کی پہچان میں نہ آ سکا کیونکہ اس کا علم "لدنی" یعنی مخفی ہے ایک اور صاحب حال انسان حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں بھی تھا جس نے ملکہ بلقیس کا تخت ملک صبا سے آن واحد میں دربار سلیمان میں لا حاضر کیا۔ ایک صاحب حال انسان نے دریائے نیل کو بذریعہ خط روانی جاری رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔

وہ کیا شے ہے اقبال سینے میں تیرے
فرشتوں میں ہر دم تیری گفتگو ہے

میری سمجھ میں تو یہی آیا ہے کہ وہ شے حکم الہی کی بے چون و چراں فرمانبرداری اور اتباع رسول مقبول ﷺ ہے۔ ایک انگریز سکالر آرنلڈ نے بھی اس مقام کے متعلق اپنی رائے کا اس طرح اظہار کیا ہے۔ صاحب حال کے پاس وہ علم ہوتا ہے جس کی تلاش میں انسان اپنی زندگی سے نکل جاتا ہے اور پھر موت سے بھی نکل جاتا ہے اور حیات جاوداں پالیتا ہے۔

خرد سے راہ رو روشن بصر ہے
خرد کیا ہے؟ چراغ راہ گزر ہے
درون خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا
چراغ راہ گزر کو کیا خبر ہے

دانائے راز حق' ترجمان فطرت اور آشنائے حقیقت علامہ اقبال فرمائے ہیں۔ درون خانہ ہنگاموں کی خبر عقل نہیں صرف عشق بتا سکتا ہے۔ عقل سے تسخیر کائنات تو ممکن ہے مگر لامکاں کی تسخیر صرف عشق

ہی سے ہو سکتی ہے۔ علامہ فرماتے ہیں۔

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولین ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع دیں بت کدہ تصورات

ایک صاحب حال انسان مولانا رومؒ سے ملا تو مولانا رومؒ غلام شمس تبریز ہو کر رہ گئے اور مولانا بھی صاحب حال ہو گئے پھر پیر رومی کی صحبت میں مرید ہندی بھی صاحب حال ہو گئے بلکہ صاحب اقبال باکمال ہو گئے۔ علامہ فرماتے ہیں۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

صاحب حال صاحب عشق ہوتا ہے صاحب وجدان ہوتا ہے صاحب مشاہدہ ہوتا ہے' صاحب ایمان ہوتا ہے' صاحب نسبت ہوتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ صاحب نصیب ہوتا ہے گلزار صابری صاحب فرماتے ہیں۔

عشق ہے اک نعمت گراں مایہ۔ بزدلوں کو عطا نہیں ہوتی
من کی دولت جسے میسر ہو۔ اس کی ہستی فنا نہیں ہوتی

صاحب حال کو مرد آگاہ کہا گیا مرد مومن بھی اسی کو کہتے ہیں اس کی نظر حقیقت شناس ہوتی ہے علامہ فرماتے ہیں۔

ملے گا منزل مقصود کا فقط اسی کو سراغ
اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ

دیکھنے اور سوچنے والی بات یہ ہے کہ اس کائنات میں صاحب حال پیدا کرنے والی نگاہ ضرور کارفرما ہے کوئی ہے اس پردے کے پیچھے کسی کا ہاتھ ضرور ہے جو لوگوں کو حال عطا کرتا ہے کوئی ایسی ذات موجود ہے جس کا قرب انسان کو صاحب حال بنا دیتا ہے ایسی ذات جو نظر ملا کر انسان کو بدل کر رکھ دیتی ہے دیکھنے والے بے خبر رہتے ہیں اور بدلنے والا بدل چکا ہوتا ہے وہ ذات علم لدنی کے خزانے لٹاتی ہے اور پھر صاحب حال جہاں جہاں سے گزرے رستے جگمگا اٹھتے ہیں۔

جانتا ہوں تیری اسوہ گری کو اے ساقی
کام کرتی ہے نظر نام ہے پیمانے کا

ایک صاحب حال کو میں خود بھی جانتا ہوں جس نے پہلی ملاقات میں ہی اس روح سیاہ کی دنیا بدل دی۔ علامہ فرماتے ہیں۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

صاحب حال انسان کو اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کی فطرت میں وفا اور استقامت کی بنیادی خوبی ضرور ہوتی ہے۔

آنکھوں کی بصارت پہ مجھے ناز ہو کیسے
دل میرا اگر تیری زیارت نہیں کرتا
یوں حلف اٹھایا ہے میرے دل نے وفا کا
کچھ کام بناں تیری اجازت نہیں کرتا

صاحب حال قرآنی آیات میں ایسا محو ہوتا ہے کہ اس کا باطن روشن کر دیا جاتا ہے۔ لوگ اعتراض کرتے ہیں یہ تو اور آدمی تھا اب کیسا ہو گیا اللہ کے خصوصی کرم سے ہو گیا۔ نبی مکرم و محترم ﷺ کی شفقت سے ہو گیا۔ ولی کامل کی نگاہ فیض سے ہو گیا۔ علامہ فرماتے ہیں۔

تھا یہ بھی کوئی ناز کسی بے نیاز کا
احساس دے دیا مجھے اپنے گداز کا

عمرؓ تو قتل رسول ﷺ پر معمور تھا۔ عمر فاروقؓ کیسے ہو گیا بس بنانے والے نے بنا دیا اس نے رنگ کے کالے حبشی غلام بلالؓ کو یا سیدی بلال بنا دیا وہی کافروں کو ایمان عطا کرتا ہے اندھیروں کو روشنی بخشتا ہے عاصیوں کو معاف کر دیتا ہے۔ صاحبان استقامت کو اپنے لطف میں داخل فرما کر صاحبان حال بنا دیتا ہے۔ علامہؒ فرماتے ہیں۔

عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

جو انسان یقین محکم کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں ملازمت اختیار کر لے اسے وہ نگاہ ضرور قبول فرما لیتی ہے پھر اس کے افعال و اعمال یکسر بدل جاتے ہیں وہ قید وجود سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اسے بے نیاز غم دوراں کر دیا جاتا ہے۔ اب یہاں فتویٰ کیا کرے گا۔ قبول کرنے والا قبول کر رہا ہے ہم اعتراض کرنے والے کون ہوتے ہیں۔ فتویٰ تو اقبال کے بھی خلاف تھا لیکن فطرت اسکی آنکھ میں خاک مدینہ و نجف کا سرمہ لگا رہی تھی وہ دانائے راز بنا دیا گیا اسے فقیری عطا ہوئی قلندری ملی وہ اپریشک ہو گیا غبار راہ حجاز ہو گیا مفتی اس کے خلاف رہے فطرت اس کے ساتھ ہو گئی یہ اس نگاہ کے فیصلے ہیں اس کی عطا کے کرشمے ہیں عمل کسی اور رخ کا ہوتا ہے فضل کسی اور طرف پہنچا دیتا ہے کسی شاعر نے کہا ہے۔

فصل گل میں کب سبھی کو شان زیبائی ملے
چند کلیوں کو بہاروں سے شناسائی ملے

فطرت نے محمد علی جناحؒ کو بھی اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر صاحب حال بنا دیا اور اس کے خلوص کو اپنی بارگاہ میں منظور کر لیا فتویٰ اس کے بھی خلاف تھا۔ مگر فطرت اور حقیقت اس کے ساتھ ہو گئی اسے

قائداعظمؒ بنادیا گیا۔ اہل شرع کا ایک گروہ اس واردات کو نہ جان سکا معترض رہا۔ اہل باطن پہچان گئے کہ کسی نگاہ کی بات ہے یہ فیض ہے کسی ذات کا۔ یہ نصیب کا فیصلہ ہے۔ اہل باطن قائداعظم کے ساتھ ہو گئے ناممکن کو ممکن بنادیا گیا۔ منزل مل گئی ملک بن گیا فتویٰ دینے والے آج تک نہ سمجھ سکے کہ یہ کیا راز ہے۔ قائداعظم دلوں میں اتر گئے اور مخالفین دلوں سے اتر گئے۔ صاحب حال عشق کا تعمیر کردہ انسان ہوتا ہے۔ عشق ہی سے دعا کو قبولیت کا مقام ملتا ہے۔ عشق نے ہر دور میں زمانہ کی امامت کی ہے اگر آج بھی ہم عشق خدا اور عشق مصطفیٰ ﷺ کو حقیقی معنوں میں اپنا آئیڈیل بنالیں تو کوئی حرج نہیں کہ قدرت ہمیں پھر سے زمانہ کی امامت نہ سونپ دے ایک خدا پر ایمان لانا ذہنی توحید ہے اور ہر لحاظ سے ایک ہو جانا عملی توحید ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وتوکل الحیی الذی لا یموت (سورۃ الخ)

"اور اس ہمیشہ رہنے والے پر توکل کر جسے موت نہیں آئے گی"

نتائج اعمال کا انکار کرنے والے انسانو!! چشم بصیرت سے دیکھ کر بتاؤ کہ جب ہم توحید کو چھوڑ کر ہوا و ہوس کی پرستش کر رہے ہیں فروعی مسائل پر مساجد میں قتل و غارت کروا رہے ہیں، فتنہ و نفاق کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے انسانیت کا ناحق خون بہا رہے ہیں ہمارے تمام ادارے سازشوں، شرارتوں اور فتنوں کا گھر ہیں۔ ہماری اسمبلیاں جنگ کے اکھاڑے ہیں لیڈریاں خود پرستی کے مظاہرے ہیں پھر خدا ہمارا لحاظ کیوں کرے وہ تو اسی کا لحاظ کرے گا جو اس کے ضابطوں اور قوانین کا احترام کرے گا۔ مت بھولو خدا کسی ایک قوم کی ملکیت نہیں وہ ہمیشہ بلند اعمال اقوام کے ساتھ رہا ہے اور رہے گا۔ وہ صرف اعمال کو دیکھتا ہے ارشاد ربانی ہے۔

افنجعل المسلمین کالمجرمین ○ مالکم کیف تحکمون ○ (سورۃ القلم)

"کب ہم فرمانبرداروں اور نافرمانوں کو برابر کر دیں گے تم کو کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو"

خدا ناموں اور نشانوں، قباؤں اور عباؤں، زبانی زبانی کلمہ خوانیوں اور تلاوتوں، مصلوں اور کوزوں کو نہیں دیکھتا اس کے انعامات اہل کردار پر برستے ہیں نہ کہ غازیان گفتار پر۔ ہمیں دین سے بے بہرہ اور پیشہ ور ملاؤں نے اس فریب میں مبتلا کر رکھا ہے کہ ہم اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کی پیاری امت ہیں۔ اللہ اس امت سے اتنا پیار کرتا ہے کہ وہ لاکھ خرمستیاں کرے جو کھلے شراب پئے جاسوسی کرے، رشوت کھائے، جھوٹ بولے، بلیک مارکیٹ سے غرباء کو بھوکا مارے اللہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ کاش ایسے ناعاقبت اندیش ملا نے ایک مرتبہ بھی قرآن کریم کو عقل سے پڑھا ہوتا اور اقوام ماضیہ کے حالات کا بچشم عبرت مطالعہ کیا ہوتا تو وہ قوم کو یوں مبتلائے پندار نہ بناتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے "ہماری راہوں کو چھوڑنے والا کوئی بھی ہو ہم اسے پیٹ ڈالیں گے اس لئے کہ ہم اقوام عالم سے بے نیاز واقع ہوئے ہیں علامہ اقبال صاحبؒ فرماتے ہیں۔

بھروسہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردان حر کی آنکھ ہے بینا

بڑے ستم کی بات ہے کہ ہم نے اپنی تہذیب و تمدن کو فراموش کر دیا ہے اور یورپ کی لوفرلفنگی اور شرم و حیاء سے عاری تہذیب کو اپنانے کے لئے ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی فکر میں پڑ گئے ہیں۔ اسی لئے تمام اقوام عالم میں ہماری رسوائی اور پٹائی ہو رہی ہے۔ رازدان فطرت علامہ محمد اقبال نے بہت پہلے اس کینسر کی نشاندہی فرمادی تھی انہوں نے فرمایا۔

وہ فاقہ کشی کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

آیئے سب مل کر عہد کریں' اپنے اللہ سے عہد کریں' اپنے مالک و خالق سے عہد کریں' اپنے مطلوب و مقصود سے عہد کریں کہ آئندہ عشق مصطفیٰ ﷺ کے مطابق اپنی زندگیاں بسر کریں گے۔ علامہ فرماتے ہیں

عشق کے خورشید سے شام اجل شرمندہ ہے
عشق سوز زندگی ہے تا ابد پائندہ ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو زندگی کے تمام اعلیٰ مقاصد میں کامیاب و کامران فرمائیں۔ دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں سے مالا مال فرمائیں اور اپنی راہ پر زیادہ خلوص اور جوش سے چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اپنی اور اپنے پیارے محبوب رسول ہاشمی ﷺ کی محبت سے ہماری روحوں کو تڑپادے اور دلوں کو جگمگادے ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھے اور اپنے پیارے محبوب ﷺ کے صدقے مخلوق کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العالمین۔ آیئے علامہ اقبال کے ہم نوا بن کر اللہ کریم سے دعا کریں۔

یارب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے
بے لوث محبت ہو بیباک صداقت ہو
سینوں میں اجالا کر دل صورت مینا دے
میں بلبل نالاں ہوں ایک اجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

# الحاج ملک الشہباز (میلکم ایکس) (امریکہ)

(ڈاکٹر عبدالغنی فاروق)

میلکم ایکس 1925ء میں امریکہ کی ریاست مشی گن کے شہر میسن سٹی (Mason City) میں پیدا ہوئے ان کا والد کٹر عیسائی پادری تھا۔ وہ خاموش طبع حقیقت پسند انسان تھا اور اس کی تمام تر سرگرمیاں اپنے چھوٹے سے گھر اور گرجا تک محدود تھیں۔ وہ دیانت داری سے اپنے فرائض نبھاتا' سب سے خیر خواہانہ برتاؤ رکھتا اور قناعت پسندی سے چرچ سے ملنے والے معمولی وظیفے پر گزران کرتا تھا' لیکن ان ساری خوبیوں کے باوجود سفید فام نسل پرست عیسائی اسے پریشان کرنے کا کوئی موقع ضائع نہ کرتے اور بہانے بنا بنا کر اسے دہشت گردی کا نشانہ بناتے۔ میلکم کی یادداشتوں کے مطابق "میری والدہ نے مجھے بتایا کہ میلکم تم پیدا ہونے والے تھے کہ ایک رات دہشت گرد نسل پرستوں نے ہمارے گھر پر حملہ کر دیا۔ وہ تمہارے باپ کی تلاش میں تھے جو خوش قسمتی سے گھر پر موجود نہ تھے اور کسی تبلیغی اجتماع میں گئے ہوئے تھے۔ دہشت گردوں کو جب شکار نہ ملا تو انہوں نے گھر کی ہر چیز توڑ پھوڑ دی' کار کو آگ لگا دی اور دھمکیاں دیتے ہوئے چلے گئے" میلکم کے مطابق میرے والد کا ایک قصور یہ بھی تھا کہ وہ ایسی تنظیم سے ہمدردی رکھتے تھے جو سیاہ فاموں کے حقوق کے لئے کام کرتی تھی۔ بہرحال میلکم کی پیدائش کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ نسل پرست جنونیوں نے ان کے والد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

میلکم بچپن ہی میں یتیم ہو گئے۔ چرچ نے معمولی سی امداد کی' لیکن وہ بہت ناکافی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ خاندان مالی مشکلات کا شکار ہو کر بکھر گیا۔ جس کا جہاں سینگ سمایا چلا گیا۔ صرف میلکم اور اس کی والدہ رہ گئیں۔ میلکم کہتے ہیں "میری والدہ ہی نے میری پرورش کی۔ میں اپنی والدہ کو سخت محنت کرتے ہوئے دیکھتا تو غم زدہ ہو جاتا"

میلکم نے پرائمری تک تعلیم سفید فاموں کے ایک اسکول میں حاصل کی جہاں ہر لمحے اسے سفید فام ساتھیوں کے تحقیر آمیز سلوک کا سامنا کرنا پڑتا اور اس کا ننھا سا دل کرچی کرچی ہو جاتا اور حالانکہ وہ ذہانت کے اعتبار سے کلاس کے تین نمایاں طالب علموں میں سے ایک تھا' لیکن اساتذہ کا رویہ

حوصلہ شکنی پر مبنی ہوتا۔ مثال کے طور پر ایک روز ایک استاد نے اس سے پوچھا۔ "تم بڑے ہو کر کیا پیشہ اختیار کرو گے؟"

"میں قانون دان بنوں گا"۔ میلکم نے جواب دیا۔

"ہوں!" استاد نے بھنویں سکیڑتے ہوئے حقارت سے کہا۔ "تم قانون دان کیسے بن سکتے ہو۔ بہتر ہے تم لکڑی کا کام سیکھ لو۔ فرنیچر اچھا بنا سکو گے"

دل شکنی اور دیگر مسائل کے اس ماحول میں میلکم نے ابتدائی ضروری تعلیم مکمل کی اور 1940ء میں جب کہ اس کی عمر پندرہ سال تھی وہ مشی گن سے بوسٹن آگیا جہاں اس کی بڑی بہن رہتی تھی۔ یہاں وہ بالکل ہی نئے ماحول سے آشنا ہوا۔ وہ لکھتے ہیں

"میں نے ایک نائٹ کلب میں ویٹر کی نوکری کر لی' لیکن یہ کام مجھے پسند نہ آیا اور کلب کے باہر ہی پالش کرنے کا دھندا شروع کر دیا اور اس طرح یہاں میں نے امریکی معاشرت کو بہت ہی قریب سے دیکھا جو شراب' جوئے' منشیات اور جرائم کی بے شمار قسموں میں سر تا پا ڈوبا ہوا ہے۔ بدقسمتی سے میں بھی اپنے دامن کو ان آلودگیوں سے محفوظ نہ رکھ سکا اور غیر شعوری طور پر ان میں ملوث ہوتا چلا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ پوری کی پوری امریکی معاشرت جنگل کے قانون کی عکاسی کرتی ہے جہاں فریب کاری اور عیاری انسان کا اصل جوہر قرار پاتا ہے۔ توجہ سے دیکھیں تو قانون اور اصول وہاں قدم قدم پر رسوا ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں"

بہر حال میلکم اس زمانے میں منشیات اور جرائم کی دنیا میں ڈوب گئے وہ لکھتے ہیں۔

"اس زمانے میں میرا عقیدہ تھا کہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہر طرح کا جھوٹ' فریب اور مکاری اور زیادتی جائز ہے۔ عورت کی حیثیت میرے نزدیک حصول لذت کے سوا کچھ بھی نہ تھی"

پھر ایک دن میں ایک ایسے جرم میں گرفتار کر لیا گیا جو میں نے کیا ہی نہ تھا اور دس سال کے لئے جیل میں ڈال دیا گیا۔ یہاں میں نے دیکھا کہ جیل تو گویا جرائم کی تربیت گاہ ہے۔ وہاں کیا کچھ نہیں ہوتا۔ غنڈہ گردی' نشہ بازی اور ہر طرح کے اخلاقی جرائم۔ لیکن اللہ کو میری بہتری منظور تھی وہاں کچھ لوگ اصلاح و خیر کا کام بھی کر رہے تھے۔ انہی میں سے کسی شخص نے مجھے عالیجاہ محمد کی تحریک "نیشن آف اسلام" کا تعارفی لٹریچر دیا اور یہ لٹریچر میری زندگی میں انقلاب کا باعث بن گیا۔

میں نے اس سے قبل اسلام کا نام تک نہ سنا تھا نہ کسی مسلمان سے میرا کبھی تعارف ہوا تھا۔ لفظ خدا (God) کا نام بھی میں نے بعض فلموں کے مکالموں میں سنا تھا اور بس۔۔۔۔۔۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ فرصت کے اس طویل دور میں میں نے اسلام کے بارے میں اچھی خاصی معلومات حاصل کر لیں۔ میں نے اسلامی تہذیب و تاریخ کے بارے میں متعدد کتابیں پڑھ ڈالیں اور پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی سیرت اور شخصیت کا بھی خوب مطالعہ کر لیا۔۔۔۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام نے میرے دل میں گھر کر لیا' میں اس کے ایک ایک پہلو سے بے پناہ متاثر ہوا جس کے زیر اثر میرے قلب و دماغ ایک نئے انقلاب سے آشنا ہوئے۔ میں نے ساری بری حرکتیں ترک کر دیں۔ شراب نوشی سے توبہ کر لی حتیٰ کہ سگریٹ تک پینا چھوڑ دیا اور جیل ہی میں اسلام قبول کر لیا۔ اور ملک الشہباز کا نام اختیار کیا"

چنانچہ میلکم جیل سے باہر نکلے تو مکمل طور پر ایک بدلے ہوئے انسان تھے۔۔۔ لیکن عقائد کی حد تک وہ عالیجاہ محمد کے پیروکار تھے۔ یہ نسل پرست سیاہ فام رہنما "نیشن آف اسلام" کے نام سے صرف سیاہ فاموں میں ایک تحریک چلا رہا تھا جس کے عقائد خود ساختہ اور گمراہ کن تھے۔ یعنی خدا کالے رنگ کا ہے' جنت میں صرف کالے جائیں گے اور سفید فاموں پر جنت حرام ہے۔ اسی طرح نیشن آف اسلام نے یہ بات بھی پھیلائی تھی کہ شیطان سفید فام ہے اور کالے خدا کے محبوب بندے ہیں اور عالیجاہ محمد اللہ کا پیغمبر ہے۔ جو براہ راست خدا سے ملاقات کرتا ہے۔ خدا اس کے پاس ایک شخص W.Fard کے روپ میں آتا ہے وغیرہ۔

دراصل یہ تحریک سفید فام امریکیوں کی اس نفرت اور دہشت گردی کے خلاف ایک رد عمل اور جوابی تحریک تھی جس کا نشانہ سیاہ فام آبادی بنتی رہتی تھی۔ چنانچہ بیس ملین (دو کروڑ) سیاہ فاموں نے "نیشن آف اسلام" کی رکنیت اختیار کر لی اور سفید فاموں سے کٹ کر اپنی الگ معاشرت قائم کر لی۔ ان کا عقیدہ تھا کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام یہودیوں کی طرف اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کی جانب مبعوث ہوئے تھے اور حضرت محمد ﷺ مسلمانوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے اسی طرح عالیجاہ محمد امریکہ کے افریقی باشندوں کے لئے باقاعدہ پیغمبر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

میلکم لکھتے ہیں "یہ تھا وہ اسلام جس پر میں ایمان لایا تھا" لیکن خوش قسمتی سے ان کی ملاقات

سعودی سفارت خانے کے ایک اعلیٰ افسر سے ہو گئی جس نے انہیں قرآن حکیم کا انگریزی ترجمہ اور بعض اسلامی کتب پیش کیں۔ ان کے مطالعے سے میلکم پر انکشاف ہوا کہ عالیجاہ محمد کی تعلیمات کا اسلام یا قرآن کی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں اور نہ اس کی ذاتی زندگی میں اسلام کا کوئی عمل دخل ہے۔ خوش قسمتی سے انہیں سعودی عرب کی دعوت پر حج کی سعادت حاصل ہو گئی جہاں انہوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ایک نئی دنیا کا مشاہدہ کیا۔ پورے کرہ ارض سے آئے ہوئے ہر ملک اور ہر زبان اور رنگ و نسل کے مسلمان بے حد اپنائیت' اخوت' یگانگت اور یکرنگی کے ماحول میں اپنے رب کو پکار رہے تھے۔ اور رسول ﷺ سے محبت کا اظہار کر رہے تھے۔ تب میلکم کو اسلام کی عالمگیریت اور ہمہ جہتی کا اندازہ ہو گیا۔ انہوں نے عالیجاہ محمد کی "نیشن آف اسلام" سے ناطہ توڑ کر صحیح اور خالص اسلام اختیار کر لیا۔۔۔۔۔ اور امریکہ واپس آ کر ایک جانب نسلی تعصب کے خلاف جہاد شروع کر دیا اور دوسری طرف رنگ و نسل کے امتیاز کے بغیر سب امریکیوں تک قرآن و سنت کا فطری اور بے میل پیغام پہنچانے لگے۔

میلکم شعلہ بیان مقرر تھے' وہ دین اسلام کے لئے غیر معمولی اخلاص اور جوش و جذبہ رکھتے تھے چنانچہ جب وہ خطاب فرماتے اور قرآنی تعلیمات اور نبی اکرم ﷺ کی احادیث اور اسوہ حسنہ کی مثالیں بیان کرتے تو سننے والے مسحور ہو جاتے۔ ان پر عالیجاہ محمد کا کھوکھلا پن عیاں ہو جاتا اور وہ "نیشن آف اسلام" سے تائب ہو کر مخلص مسلمان بن جاتے۔۔۔۔۔ عالمی ہیوی ویٹ چیمپئن محمد علی کلے بھی میلکم کی ترغیب سے مسلمان ہوئے اور جس پریس کلب میں انہوں نے اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا اس میں میلکم بھی موجود تھے۔

میلکم کی کوششیں رنگ لانے لگیں۔ عالیجاہ محمد کے لاکھوں پیروکار راسخ العقیدہ مسلمان ہو گئے بے شمار نیگرو عیسائی بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور میلکم کا دائرہ اثر تیزی سے بڑھنے لگا تو عالیجاہ محمد سخت برافروختہ ہوا۔ وہ نام نہاد اسلام اور نسل پرستی کا ڈھونگ رچا کر اپنے پیروکاروں سے بھاری نذرانے اور چندے اکٹھے کرتا اور خوب داد عیش دیتا۔ لیکن اب اسے ایک روایتی دنیادار لیڈر کی طرح اپنا سارا کاروبار ڈوبتا ہوا نظر آنے لگا' تو اس ظالم نے ایک مکروہ سازش تیار کی اور 21 فروری 1965ء کو جب میلکم ایک تبلیغی جلسے سے خطاب کر رہے تھے' کسی دہشت گرد نے گولی مار کر انہیں شہید کر دیا اور یوں لگتا ہے کہ چونکہ یہود نواز امریکی انتظامیہ بھی میلکم کی زبردست تبلیغی سرگرمیوں

سے خوفزدہ تھی' اس لئے نہ کوئی قاتل پکڑا گیا نہ کسی کو سزا ہوئی۔

بظاہر یہ بہت بڑا سانحہ اور نقصان عظیم تھا جس سے امریکہ میں اسلامی تبلیغ کو دو چار ہونا پڑا چنانچہ ایک درد مند عرب سفارت کار نے اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہم دس لاکھ ڈالر خرچ کرتے تب بھی وہ تبلیغی اثرات مرتب نہ ہوتے جو اس شخص کی کوششوں سے حاصل ہوئے۔ ایک دوسرے سفیر نے انہیں یوں خراج عقیدت پیش کیا کہ "میلکم کی زندگی سے مجھے عمر فاروقؓ یاد آتے تھے۔ عمر فاروقؓ کے قبول اسلام سے جو تقویت اسلام کو ملی تھی' ویسی ہی قوت میلکم کے مسلمان ہونے سے امریکہ میں اسلام کو حاصل ہوئی۔۔۔۔۔ وہ عہد حاضر میں یقیناً" امریکہ کے عمرؓ تھے۔

لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ میلکم ایکس کا مقدس خون رنگ لایا۔ عالیجاہ محمد سے خود اس کے پیرو کار اور قریبی ساتھی متنفر ہو گئے۔ حتیٰ کہ اس کے اپنے بیٹے ویلس محمد نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ راست العقیدہ مسلمان بن کر میلکم کا عقیدت مند بن گیا۔ اس صدمے سے عالیجاہ محمد دم توڑ گیا اور اس کی تحریک اور عقائد میلکم ایکس کے خون میں ڈوب گئے۔

عالیجاہ کی موت کے بعد ویلس محمد اس کے جانشین بنے اور انہوں نے اپنے باپ کے خود ساختہ نظریات کو باطل قرار دے کر قرآن و سنت پر مبنی تعلیمات کی پیروی کا اعلان کر دیا اور آج صورت حال یہ ہے کہ 1994ء کی رپورٹ کے مطابق میلکم کی تنظیم میں 45 لاکھ سے زاید نیگرو شامل ہو چکے ہیں اور یہ سب پختہ عقائد کے مسلمان ہیں خصوصاً" جیلوں میں دینی تبلیغ کا کام بڑی ہی تیزی سے پھیل رہا ہے اور روزانہ بیسیوں جرائم پیشہ افراد مسلمان ہو جاتے ہیں اور اسلام قبول کرتے ہی ان کے کردار اور رویے میں یکسر انقلاب آ جاتا ہے۔ گزشتہ دنوں سابق ہیوی ویٹ چیمپئن مائیک ٹائی سن بھی مسلمان ہو گئے ہیں اور انہوں نے میلکم کے اسلامی نام پر اپنا نام ملک شہباز عبد العزیز رکھا ہے۔

الحاج ملک الشہباز نے اسلام کے لئے اپنی زندگی قربان کر دی لیکن انکے پاکیزہ خون کا ایک ایک قطرہ روشنی کا مینارہ بن گیا اور یہ روشنی امریکہ کے ظلمت کدے میں ایک نئے باب کا اضافہ کر رہی ہے۔ درست فرمایا ہے مولانا محمد علی جوہر نے کہ

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

# پیغمبرانہ اخلاق

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی)

حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ دنیا کی محبت تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے اور تمام نیکیوں اور خوبیوں کا منبع اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ انسانی زندگی کا مقصود ہی یہ ہے کہ حیات ارضی کی مدت اس طریقہ اور انداز سے بسر کی جائے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ دین اس مقصود کو حاصل کرنے کے لئے ایک مکمل لائحہ عمل ہے اور اس کی بنیاد بنی نوع انسان اور مخلوق خدا کی محبت اور خدمت پر رکھی گئی ہے۔ مخلوق سے محبت کئے بغیر خالق کی محبت کا ملنا محال ہے۔ حضور نبی رؤف و رحیم ﷺ کا فرمان ہے کہ ایمان لانے کے بعد سب سے بڑی دانائی انسانوں کے ساتھ محبت کرنا ہے۔ سیرت کی کتابوں میں جانوروں کے ساتھ محبت کا ایک سبق آموز واقعہ درج ہے ایک مرتبہ مجاہدین اسلام جس راستے پر جا رہے تھے اس کے کنارے ایک جھاڑی کی اوٹ میں ایک کتیا نے بچے دئے ہوئے تھے۔ وہ ان کی حفاظت کے پیش نظر اور اپنی محبت سے مجبور ہو کر بار بار دوڑ کر آتی اور مسافروں کو کاٹنے کے لئے لپکتی۔ جب حضور رحمت اللعالمین ﷺ کو اس صورت حال کا علم ہوا تو آپ نے اس جھاڑی سے پہلے مناسب فاصلے پر ایک مجاہد کو کھڑا کر دیا اور ہدایت دی کہ پیچھے آنے والے مجاہدین کو بتاتے جائیں کہ جھاڑی سے دور ہٹ کر گذریں اس کتیا کو تکلیف نہ ہو۔ سبحان اللہ! کتنی گہرائی اور وسعت تھی آپؐ کی محبت میں کہ ایک بے زبان جانور کے جذبات کا احساس کرتے ہوئے اس کے آرام کے لئے فوری انتظام کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبر محبت و مودت اور رحمت و رافت کی تعلیم کے علمبردار تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود سراپا رحمت ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے رحمت لکھ دی ہے۔

اسی طرح ایک حدیث قدسی میں اللہ فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ تفسیر کبیر

میں امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام سے ایک آدمی مارا گیا تو آپ وہاں سے بھاگ کر حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس مدین پہنچ گئے اور ایک معاہدہ کے تحت ان کی بکریاں چرانی منظور کر لیں۔ ایک دن ایک بکری باڑے سے نکل بھاگی تو موسیٰ علیہ السلام اسے پکڑنے کے لئے گئے۔ لیکن وہ کسی طرح قابو میں نہ آ رہی تھی۔ وہ کانٹے دار جھاڑیوں میں الجھتی ہوئی آگے آگے اور حضرت صاحب پیچھے پیچھے تھے۔ اس بھاگ دوڑ میں دونوں کے پاؤں بھی لہولہان ہو گئے۔ آخر کار بکری تھک ہار کر کھڑی ہو گئی تو موسیٰ علیہ السلام اسے پکڑ کر فرمانے لگے "اگر میرا خیال نہیں تھا تو اپنا خیال تو کیا ہوتا۔ بھاگ بھاگ کر تھک گئی ہو، جسم میں کانٹے چبھے ہوئے ہیں اور خون رس رہا ہے" آپ نے پہلے بکری کے جسم سے کانٹے نکالے اور پھر اس کی تکان کا احساس کرتے ہوئے اسے اپنے کندھوں پر اٹھا کر واپس لے آئے۔ جن فرشتوں نے یہ سارا منظر دیکھا تھا وہ محبت کے اس منفرد مظاہرے سے بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور گذارش کی کہ باری تعالیٰ بکریوں کا یہ گڈریا تو سراپا محبت ہے۔ اسے بکری کی اتنی فکر تھی کہ اپنے زخموں کا خیال ہی نہ تھا۔ اس کا اخلاق تو پیغمبروں جیسا ہے اسے تو تیرا رسول ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ہمارا رسول ہی ہے اور بہت جلد یہ ذمہ داری اس پر ڈالی جانے والی ہے۔ معزز قارئین کرام خدمت خلق اور اکرام انسانیت ہی اسلام کی تعلیم ہے جس میں انسانی مال، جان اور عزت کو حرمت عطا کی گئی ہے۔ فقر اور طریقت بھی خدمت خلق ہی کا نام ہے۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست

بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

(طریقت تو نام ہی خدمت خلق کا ہے۔ تسبیح، مصلیٰ اور گودڑی کو فقیری نہیں کہتے)

# اطاعت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(میاں عبدالرشید)

"عمرؓ تم جاہلیت میں تو بہت بہادر تھے اب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" یہ الفاظ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے عنان حکومت سنبھالنے کے بعد حضرت عمر فاروقؓ سے اس وقت کہے جب انہوں نے عرض کیا کہ مدینہ منورہ کے اردگرد کے قبائل کے برے ارادوں کے سبب حضرت اسامہؓ کے لشکر کو جسے جناب رسول پاک' آخری وقت سے کچھ دن پہلے سرحد شام کی طرف کوچ کا حکم فرما چکے تھے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کی شدت کے باعث رک گیا تھا' نہ بھیجیں۔

پھر فرمایا "اگر جنگل کے بھیڑیے مدینہ میں داخل ہو کر مجھے اٹھا لے جائیں تو بھی وہ کام کرنے سے رک نہیں سکتا' جس کا حکم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما چکے تھے۔"

لوگوں نے دوبارہ حضرت عمر فاروقؓ کو اس گذارش کے ساتھ بھیجا کہ اگر اس لشکر نے جانا ہی ہے تو اسامہؓ کی جگہ کوئی تجربہ کار اور معمر شخص لشکر کا سپہ سالار مقرر کر دیا جائے۔ (حضرت اسامہ اس وقت بیس برس کے نوجوان تھے) یہ بات سن کر سیدنا صدیق اکبرؓ سخت غضبناک ہوئے اور فرمایا عمرؓ اسامہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لشکر کا امیر مقرر فرمایا ہے اور تم مجھے کہتے ہو کہ میں اسے اس عہدہ سے ہٹا دوں

حضرت عمرؓ پشیمان واپس آ گئے۔

اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سیدنا صدیق اکبرؓ حکومت کی ذمہ داری نہ سنبھالتے تو امت مسلمہ پر اطاعت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحیح مفہوم واضح نہ ہوتا۔

مدینہ منورہ کے ارد گرد کے قبائل نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تو بعض اکابر صحابہ نے بھی حالات کی نزاکت کے پیش نظر ان سے درگزر کی پالیسی اپنانے کا مشورہ دیا۔ مگر یہاں بھی سیدنا صدیق اکبرؓ کا آہنی عزم کام آیا۔ انہوں نے کہا "دین اسلام جیسے رسول اکرم ﷺ کے دور میں تھا۔ میں اس میں سرمو انحراف نہیں ہونے دوں گا۔ اگر وہ اس زکوۃ میں سے جو وہ رسول اکرم ﷺ کے دور مبارک میں ادا کرتے تھے مجھے ایک رسی (جس سے اونٹ کا گھٹنا باندھا جاتا ہے) کم دیں گے تو میں ان کے خلاف ضرور جہاد کروں گا۔"

وہ لوگ کہتے تھے "ہم صلوۃ ادا کریں گے مگر زکوۃ نہیں دیں گے" حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "میں صلوۃ اور زکوۃ میں فرق کرنے والوں کے خلاف ضرور لڑوں گا۔ کیونکہ زکوۃ مال کا حق ہے اور حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسلام قبول کرنے والے لوگوں کے ذمہ جو حقوق ہوں گے، ان کا مطالبہ ان سے بہر حال کیا جائے گا" یہ تھا سیدنا ابو بکرؓ کا ایمان اور یہ تھا ان کا جذبہ اطاعت رسول پاک ﷺ۔ دراصل احترام و اطاعت رسول ﷺ پاک ہی سے ایمان کا اندازہ ہوتا ہے اور اس لحاظ سے حضرت صدیقؓ اکبر کا مرتبہ سب سے بلند تھا۔

جناب رسول پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس کسی کا ہم پر احسان تھا، ہم نے اس کا بدلہ اسی دنیا میں چکا دیا ہے مگر ابو بکرؓ کے احسانات مجھ پر اتنے زیادہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا بدلہ عطا فرمائے گا۔

# دنیا کی حقیقت

محمد انوار ندیم

دنیا اپنی آرائش و زیبائش کے ساتھ اتنی پرکشش ہے کہ انسان کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے اور انسان سب کچھ بھول کر اسی کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیتا ہے حتیٰ کہ سکرات موت اس کی آنکھوں کے سامنے حقیقت کھول دیتی ہے یہ دنیا اسے اب ایک سراب نظر آنے لگتی ہے لیکن واپسی کا کوئی راستہ اس وقت باقی نہیں رہتا۔ اس وقت انسان کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ مجھے ایک بار پھر دنیا میں واپس جانے دیا جائے تو میں کسی دھوکے میں نہ آؤں گا اور ایک اچھا مسلمان بن کر زندگی گزاروں گا۔ انسان کی اسی آرزو کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ! "کاش مجھے ایک موقع اور مل جاتا اور میں بھی نیک اعمال کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں" (سورۃ الزمر) موت کے بعد تو واپسی کا کوئی امکان نہیں ہے لیکن ابھی سنبھلنے کا وقت ہے کہ ہم زندہ ہیں اور باقی زندگی کو غنیمت سمجھ کر ایک سچے مسلمان کی زندگی گزاریں تو یہ بھی بڑے نصیب کی بات ہے۔ اس لئے اچھا مسلمان بننے کے لئے دنیا کی حقیقت کو سمجھ کر اسے ہمہ وقت اپنے ذہن میں رکھنا چاہئے اور دنیا کو اتنی ہی اہمیت و مقام دینا چاہئے جس کی وہ حقدار ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ زندگی ایک متاع ہے۔ سورۃ المومن میں اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں فرمایا ہے ترجمہ! "یہ دنیا کی زندگی تو چند روزہ ہے ہمیشہ کے قیام کی جگہ آخرت ہی ہے" اگر ایک مسلمان متاع کا مفہوم اور حقیقت کو جان لے تو وہ کبھی بھی دنیا کے فریب میں نہ آئے اور اپنی اصل منزل مقصود کی جانب اپنا سفر جاری رکھے اور شیطان کے ہر مکر سے محفوظ رہے کیونکہ شیطان کا سب سے بڑا حملہ متاع دنیا کو خوبصورت بنا کر پیش کرنا ہے اور وہ اس کے ذریعے سے انسان کو بندہ دنیا بنا دیتا ہے اور جب بندہ خدا بندہ دنیا بن گیا "تو پھر" اور تو جو کچھ بھی ہو لیکن اچھا مسلمان نہیں بن سکتا۔ اس موقع پر مناسب ہو گا کہ متاع کی کچھ تشریح کر دی جائے۔

متاع سے مراد سامان زیست ہے یعنی زندہ رہنے کا سامان اور زندگی گزارنے کی ضروریات' قرآن پاک کی اصطلاح میں یہ دنیا اور دنیا کی ساری نعمتیں زندگی گزارنے کا سامان ہیں اور موت کی آخری ہچکی کے ساتھ ہی یہ تمام اشیاء بے وفائی کر کے کسی دوسرے کی ہو جاتی ہیں۔ حضور ﷺ

کے ایک ارشاد کا مفہوم ہے کہ "ابن آدم کہتا ہے میرا مال' میرا مال' حقیقت میں اے ابن آدم تیرا مال وہ ہے جو تو نے کھا لیا' جو تو نے پہن لیا اور صدقہ کیا کہ آخرت کے لئے ذخیرہ بنے" یہ بات غور طلب ہے کہ اگر آپ کے گھر میں پانچ کمرے ہیں تو کیا آپ بھی کمروں میں سوئیں گے یا ایک کمرے میں؟ اور وہ بھی صرف ایک پلنگ پر اگر آپ کے ہاں موٹر کاریں کئی ہیں لیکن ایک وقت میں صرف ایک ہی استعمال کر سکتے ہیں' آپ کے پاس بے شمار لباس ہیں لیکن ایک وقت میں صرف ایک ہی زیب تن کر سکتے ہیں' آپ کا بنک بیلنس لاکھوں میں ہے لیکن آپ کے تو وہی ہیں جو آپ اپنی ضروریات پر خرچ کرتے ہیں اور یہ سب چیزیں بھی ایک مختصر مدت کے لئے ہیں اسی لئے قرآن پاک کے مطابق متاع دنیا بہت ہی قلیل ہے۔ سورۃ النساء میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
ترجمہ ! "دنیا کا سرمایہ زندگی تھوڑا ہے" دنیا کی تمام نعمتیں کبھی کسی کو مل جائیں تو یہ متاع ہی ہیں اور آخرت کی نعمتیں اس سے بہتر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اچھے مسلمانوں کے لئے تیار کر رکھی ہیں۔
سورۃ الزخرف میں ارشاد ہے ترجمہ !"اگر سب لوگوں کے کفر کی طرف مائل ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں کافروں کے گھر سونے چاندی کے بنا دیتا لیکن یہ سب بھی متاع دنیا میں ہوتا" رب کریم کا یہ ارشاد ہمیں اس بات کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ اچھا مسلمان بننے کے لئے دنیا اور دنیا کی نعمتوں کو متاع ہی سمجھنا چاہئے کہ یہ چیزیں زندگی گزارنے کا ذریعہ ہیں نہ کہ مقصد زندگی۔

خوردن برائے زیستن نہ کہ زیستن برائے خوردن

اگر آپ سے کہا جائے کہ آج کے دن جو مانگیں گے وہ دیا جائے گا۔ لیکن باقی زندگی کچھ نہیں ملے گا۔ یا پھر آج بھوکے رہ جائیں اور باقی زندگی عیش کر لیں تو یقیناً آپ موخر الذکر بات کو ہی ترجیح دیں گے۔ اسی حقیقت کو قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ ترجمہ۔ پس جس نے سرکشی کی تھی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تھی دوزخ ہی ان کا ٹھکانہ ہو گی اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا جنت اس کا ٹھکانہ ہو گی" اس موضوع کے لب لباب کے طور پر یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ دنیا و آخرت کا کیا مقابلہ۔ دنیا کی زندگی حیات آخرت کے مقابلے میں بالکل اس طرح ہے جیسے قطرے کی حقیقت سمندر کے مقابلے میں یا سیکنڈ کے مقابلے میں صدی۔ لہٰذا دانا وہ ہے جو لمحہ بھر کی خوشی کی خاطر اپنی تمام عمر برباد نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ کی زندگی کی تیاری میں لگا رہتا ہے۔

# توبہ واستغفار کے آداب

(حافظ محمد یاسین)

نبی اکرم ﷺ نے امت کو مایوسی کی تباہی سے بچانے کے لئے صحابہ کرام کو ایک عجیب و غریب قصہ سنایا جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ مومن عمر کے جس حصے میں بھی اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو کر سچے دل سے خدا کے حضور گڑگڑائے گا تو وہ اپنے دامن مغفرت میں ڈھانپ لے گا اور کبھی نہیں دھتکارے گا۔

نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ پچھلی قوم میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے خون کئے تھے۔ اس نے لوگوں سے معلوم کیا کہ دنیا میں سب سے بڑے عالم کون ہیں؟ لوگوں نے اس کو ایک راہب کا پتہ دیا۔

وہ اس راہب کے پاس گیا اور بولا حضرت میں نے ننانوے خون کئے ہیں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ راہب نے کہا نہیں تمہاری توبہ قبول ہونے کی اب کوئی صورت نہیں۔ یہ سنتے ہی اس شخص نے مایوسی میں اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور اب وہ پورے سو افراد کا قاتل تھا۔

اب اس نے پھر لوگوں سے دریافت کرنا شروع کیا کہ روئے زمین میں دین کا سب سے بڑا عالم کون ہے۔ لوگوں نے اس کو ایک اور راہب کا پتہ دیا۔ اب وہ توبہ کی غرض سے اس راہب کی خدمت میں پہنچا اور اس کو اپنی حالت بتاتے ہوئے کہا کہ حضرت میں نے سو قتل کئے ہیں یہ بتائیے کیا میری توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے؟ اور میری بخشش کی بھی کوئی صورت ہے۔ راہب نے کہا کیوں نہیں بھلا تمہارے اور توبہ کے درمیان میں کون سی رکاوٹ بن سکتی ہے' تم فلاں ملک میں جاؤ وہاں خدا کے کچھ برگزیدہ بندے خدا کی عبادت میں مصروف ہیں تم بھی ان کے ساتھ خدا کی عبادت میں لگ جاؤ اور پھر کبھی اپنے وطن میں لوٹ کر نہ آنا کیونکہ اب یہ جگہ دینی لحاظ سے تمہارے لئے مناسب نہیں ہے' یہاں تمہارے لئے توبہ پر قائم رہنا اور اصلاح حال کی کوشش کرنا مشکل ہے وہ شخص روانہ ہوا۔

ابھی آدھے راستے تک ہی پہنچا تھا کہ موت کا پیغام آ گیا۔ اب رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے باہم جھگڑنے لگے۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ گناہوں سے توبہ کر کے اور خدا کی طرف متوجہ ہو کر ادھر آیا ہے عذاب کے فرشتوں نے کہا نہیں ابھی اس نے کوئی بھی نیک عمل نہیں کیا ہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک فرشتہ انسان کی صورت میں آیا۔ ان فرشتوں نے اس کو اپنا ثالث بنالیا کہ وہ دونوں کے درمیان کوئی فیصلہ کر دے۔ اس نے کہا دونوں طرف کی زمین ناپو اور دیکھو کہ وہ جگہ یہاں سے قریب ہے جہاں سے یہ شخص آیا ہے یا وہ جگہ یہاں سے قریب ہے جہاں اس شخص کو جانا تھا۔ فرشتوں نے زمین کو ناپا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تو وہ جگہ قریب نکلی جہاں اس شخص کو جانا تھا اور جاتے ہوئے راہ میں فرشتہ رحمت نے اس کی روح قبض کرلی اور خدا نے اس کو بخش دیا۔ (بخاری و مسلم)

دراصل انسان کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ فوز و فلاح کا ایک ہی دروازہ ہے اس دروازے سے جو دھتکار دیا گیا پھر وہ ہمیشہ کے لئے ذلیل و محروم ہو گیا۔

مومنانہ فکر یہی ہے کہ بندے سے خواہ کیسے بھی گناہ کیوں نہ ہو جائیں اس کا کام یہ ہے کہ وہ خدا ہی کے حضور گڑگڑائے اور اسی کے دامن پر اپنی ندامت کے آنسو ٹپکائے۔ بندے کے لئے خدا کے سوا کوئی اور دروازہ نہیں جہاں سے اسے معافی مل سکے حد یہ ہے کہ اگر آدمی خدا کو چھوڑ کر رسول کو خوش کرنے کی کوشش بھی کرے گا تو خدا کے دربار میں اس کی اس کوشش کی کوئی قیمت نہ لگے گی اور وہ دھتکار دیا جائے گا۔

رسول بھی خدا کا بندہ ہے اسے بھی جو عظیم مرتبہ ملا ہے اور اس کی عظمت کا راز بھی یہی ہے کہ وہ خدا کا سب سے زیادہ عاجز بندہ ہوتا ہے اور عام انسانوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ خدا کے حضور گڑگڑاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ "لوگو خدا سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ۔ مجھے دیکھو میں دن میں سو سو بار خدا سے مغفرت کی دعا کرتا ہوں" (مسلم)

منافقوں کا ذکر کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

ترجمہ! یہ منافقین آپ کے سامنے قسمیں کھائیں گے کہ آپ ان سے راضی ہو جائیں اگر آپ ان سے راضی ہو بھی گئے تو خدا ہرگز ایسے بے دینوں سے راضی نہ ہو گا (توبہ۔ 96)

قرآن پاک میں حضرت کعب ابن مالک ؓ کا عبرت ناک واقعہ ہمیشہ کے لئے سبق ہے کہ بندہ ہر آزمائش برداشت کرے لیکن خدا کے در سے اٹھنے کا تصور تک دل میں نہ لائے۔ دین کی راہ میں آدمی پر جو کچھ بیتے اور خدا کی طرف سے اس کو جتنا بھی روندا جائے وہ اس کی زندگی چمکانے اور اس کے درجات کو بلند کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہ بے عزتی دائمی عزت کا یقینی راستہ ہے اور جو خدا کے دروازے کو چھوڑ کر کہیں اور عزت تلاش کرتا ہے اس کو کہیں بھی عزت میسر نہیں آسکتی وہ ہر جگہ ذلیل ہو گا اور زمین و آسمان کی کوئی ایک آنکھ بھی اس کو عزت کی نظر سے نہیں دیکھ سکتی۔

ترجمہ! "اور ان تینوں کو بھی خدا نے معاف کر دیا جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ جب زمین اپنی ساری وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر بار ہونے لگیں اور انہوں نے جان لیا کہ خدا سے بچنے کے لئے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ خود اسی کی پناہ لی جائے تو خدا اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تا کہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں بلاشبہ وہ بڑا ہی معاف فرمانے والا اور انتہائی مہربان

ہے" (توبہ - 118)

ان تین بزرگوں سے حضرت کعب بن مالک ؓ، حضرت مرارہ ابن ربیع ؓ اور حضرت ہلال ابن امیہ ؓ مراد ہیں اور ان تینوں کی مثالی توبہ رہتی زندگی تک کے لئے مومنوں کے واسطے مشعل راہ ہے۔

حضرت کعب ابن مالک ؓ جو بڑھاپے میں نابینا ہو گئے تھے اور اپنے صاحبزادے کے سہارے چلا کرتے تھے۔ انہوں نے خود اپنی مثالی توبہ کا نصیحت آموز واقعہ اپنے بیٹے سے بیان کیا تھا جو حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہے۔

"غزوہ تبوک کی تیاری کے زمانے میں جب نبی ﷺ مسلمانوں کو غزوہ میں شریک ہونے پر ابھارا کرتے تھے۔ میں بھی ان صحبتوں میں شریک رہتا۔ میں جب بھی آپ ﷺ کی باتیں سنتا دل میں سوچتا کہ میں ضرور جاؤں گا لیکن واپس جب گھر آتا تو سستی کر جاتا اور سوچتا ابھی بہت وقت ہے میرے پاس سفر کا سامان موجود ہے میں صحت مند ہوں' سواری اچھی سے اچھی مہیا ہے پھر روانہ ہوتے کیا دیر لگے گی اور بات ٹلتی رہی یہاں تک کہ سارے مجاہدین میدان جنگ میں پہنچ گئے اور میں مدینہ میں بیٹھا ارادہ ہی کرتا رہا۔

اب خبریں آنے لگیں کہ نبی اکرم ﷺ واپس آنے والے ہیں اور ایک دن معلوم ہوا کہ آپ واپس آ گئے اور حسب معمول مسجد میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میں بھی مسجد پہنچا یہاں منافقین حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر لمبی چوڑی قسمیں کھا کھا کر اپنے عذرات پیش کر رہے تھے۔ نبی پاک ﷺ ان کی بناوٹی باتیں سن کر ان کے ظاہری عذر قبول کر رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے خدا تمہیں معاف کرے۔

جب میری باری آئی تو نبی ﷺ نے مجھ سے کہا۔ کہو تمہیں کس چیز نے روک دیا تھا؟ میں نے دیکھا کہ آپ کی مسکراہٹ میں غصہ کے آثار ہیں اور میں نے صاف صاف بات کہ ڈالی۔ اے خدا کے رسول واقعہ یہ ہے کہ مجھے کوئی عذر نہ تھا۔ میں صحت مند تھا۔ خوشحال تھا' سواری بھی میرے پاس موجود تھی بس میری سستی اور غفلت نے مجھے اس سعادت سے محروم رکھا۔

میری صاف صاف بات سن کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اچھا جاؤ اور انتظام کرو کہ خدا تمہارے معاملے میں کوئی فیصلہ فرمائے۔ میں اٹھا اور اپنے قبیلے کے لوگوں میں آ بیٹھا قبیلے کے لوگوں نے مجھے برا بھلا کہنا شروع کیا کہ تم نے کوئی بات کیوں نہیں بنا دی۔ تم تو ہمیشہ دین کے کاموں میں پیش پیش رہے ہو' لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ میرے دو اور ساتھیوں نے بھی اسی طرح سچی بات کہی تھی تو میرا دل مطمئن ہو گیا اور میں نے طے کر لیا کہ میں سچائی پر جما رہوں گا۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے عام اعلان فرمایا کہ ہم

تینوں سے کوئی بات نہ کرے یہ اعلان ہوتے ہی میرے لئے مدینے کی زمین بالکل بدل گئی۔

اور میں اپنوں میں بے یارومددگار بالکل اجنبی بن کر رہ گیا کوئی بھی معاشرے میں مجھ سے سلام کلام نہ کرتا ایک دن جب میں بہت زیادہ اکتا گیا اور طبیعت بہت گھبرائی تو اپنے ایک بچپن کے دوست اور چچازاد بھائی ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا میں نے جاکر سلام کیا لیکن اس خدا کے بندے نے سلام کا جواب تک نہ دیا۔ میں نے پوچھا ابو قتادہ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کیا مجھے خدا اور اس کے رسول ﷺ سے محبت نہیں ہے؟ وہ خاموش رہے میں نے پھر پوچھا لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

تیسری بار جب میں نے قسم دے کر پوچھا تو بس انہوں نے اتنا کہا "خدا اور رسول خدا ہی بہتر جانتے ہیں" میرے آنسو ٹپکنے لگے اور میں اپنا غم لئے ہوئے واپس آگیا۔ انہی دنوں بازار میں شام کے ایک تاجر نے مجھے "شاہ غسان" کا ایک خط دیا۔ عیسائیوں کے اس بادشاہ نے لکھا تھا ہم نے سنا ہے کہ تمہارے صاحب تم پر بہت ہی ستم توڑ رہے ہیں تم کوئی ذلیل آدمی تو ہو نہیں۔ تمہاری قدر ہم جانتے ہیں تم ہمارے پاس آؤ ہم تمہارے ساتھ تمہارے مرتبے کے لائق سلوک کریں گے۔ خط دیکھتے ہی میری زبان سے نکلا یہ ایک اور مصیبت نازل ہوئی اور اسی وقت اس خط کو میں نے چولہے میں جھونک دیا۔

چالیس دن اسی حالت پر گزر چکے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کا فرستادہ نبی ﷺ کا یہ حکم لے کر آیا کہ اپنی بیوی سے بھی علیحدہ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا طلاق دے دوں؟ جواب ملا نہیں بس الگ رہو اور میں نے اپنی بیوی کو میکے روانہ کر دیا اور اس خدا کی بندی سے کہہ دیا کہ اب تم بھی خدا کے فیصلے کا انتظار کرتی رہو۔ پچاسویں دن میں فجر کی نماز کے بعد اپنی جان سے بیزار نہایت ہی مایوس اور غمزدہ اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا۔

کہ یکایک کسی نے پکار کر کہا "کعب مبارک ہو" یہ سنتے ہی میں سمجھ گیا اور اپنے خدا کے حضور سجدے میں گر پڑا۔ پھر تو لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔

فوج در فوج میرے پاس مبارک باد دینے کے لئے آنے لگے۔

میں اٹھا اور سیدھا نبی ﷺ کے پاس مسجد میں جا پہنچا کیا دیکھتا ہوں کہ نبی پاک ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا کعب مبارک ہو یہ تمہاری زندگی کا سب سے بہترین دن ہے میں نے کہا حضور ﷺ یہ معافی آپ کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟ فرمایا خدا کی طرف سے اور سورہ توبہ کی یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں (باقی آئندہ) (ماخوذ از آداب زندگی)

# زندگی اور موت کا سوال

- جب ہمارا دین مکمل، ہمارا نبی ﷺ برحق اور ہمارا قرآن اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے تو پھر ملت اسلامیہ کے زوال کی وجہ کیا ہے؟
- جب اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو تمہیں غالب رہو گے اور یہ بھی کہ اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ تو پھر ہم اسقدر مغلوب بے بس اور رسوا کیوں ہیں؟
- مسلمان نماز بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں اور حج بھی پہلے سے زیادہ کرتے ہیں۔ بزرگوں کے مزاروں پر عرس بھی خوب شاندار طریقہ سے مناتے ہیں۔ ماہ محرم میں بھی کیا جوش و خروش ہوتا ہے۔ مالدار بھی بہت ہیں اور لاکھوں لوگ کوٹھیوں، کاروں اور کارخانوں کے مالک ہیں تو پھر یہ مردنی کیوں ہے اور یہ تنزل کیوں ہو رہا ہے؟
- ہر طاقتور ملک کی نظریں ہمارے ملکوں پر کیوں لگی ہیں اور ہر طرف خون مسلم اسقدر بے دردی اور ارزانی کے ساتھ کیوں بہایا جا رہا ہے؟
- نکبت و ادبار کی موجودہ حالت سے نکلنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جائیں اور کونسے لائحہ عمل پر چل کر ہم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں؟

# FALAH-E-ADMIAT

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت — اللہ — محبت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

## بانی سلسلہ کی تصانیف

"حقیقت وحدت الوجود" یہ کتاب وحدت الوجود کے موضوع پر ایک مختصر مگر نہایت مدلل اور اہم دستاویز ہے خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے دوران سلوک جو دیکھا اس حقیقت کو عام فہم دلائل کی روشنی میں نہایت ہی آسان زبان میں بیان کر دیا تا کہ متلاشیان حق راہوں میں پڑ کر گمراہ نہ ہو جائیں اس میں جو موضوعات زیر بحث آئے ہیں ان میں سے خاص خاص یہ ہیں۔

- ☆ انسان کی بقا اور ترقی کے لئے مذہب کیوں ناگزیر ہے۔
- ☆ روہانی عوالم اور روح کے سفر کا حال عالم ھو کی خصوصی تشریح۔
- ☆ سلوک کے دوران کون سے مقام پر وحدت الوجود کی کیفیت محسوس و مدرک ہوتی ہے۔
- ☆ وہ بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الووجود کو جنم دیا۔
- ☆ اس اہم سوال کا جواب ہندو مفکرین' مادہ پرست دانشوروں اور فلاسفروں نے کیا دیا ہے۔
- ☆ حضرت ابن عربیؒ کے نظریہ وحدت الوجود اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے وحدت شہود میں فرق
- ☆ روحانی سلوک کے دوران تمام بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔
- ☆ حضرت حسین ابن منصور حلاجؒ کے دعوی انا الحق کی توجیہ۔
- ☆ وحدت الوجود کی قائل جماعت کے نظریات اور قرآنی احکامات کیا ہیں۔

ان تمام امور پر محققانہ بحث و تنقید کے بعد حقیقت طشت ازبام کر دی گئی ہیں اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں اور الجھنوں میں گرفتار طالبان حقیقت کے لئے یہ کتاب ایک نعمت سے کم نہیں۔